مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

ترجمہ

مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

دہلی کے فرمانروا ہمایوںؒ کی فرمائش پر لکھی گئی کتاب

"تطہیر الجنان" کا اُردو ترجمہ

مناقب

سیدنا امیر مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تصنیف

حضرت علامہ ابن حجر مکیؒ

ترجمہ

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ

ناشر

مکتبہ اِمدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ مُلتان پاکستان

فون: ۵۴۴۹۶۵

نام کتاب : مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تصنیف : حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ

مترجم : حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ

کمپوزر : حافظ محمد نعمان حامد (Mobile No. 0303-6660074)

ناشر : مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان (PH. 061-544965)



- مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
- مکتبۃ العلم، اردو بازار لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی

ضروری گزارش: اس کتاب کی تصحیح کی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کے باوجود کہیں کتابتی اغلاط نظر آئیں تو نشاندہی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔ فجزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدارین ....(ادارہ)

فہرست

دیباچہ

از مترجم

اما بعد- واضح ہو کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تطہیر الجنان'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایک مشہور اور بے نظیر کتاب ہے اور اس کتاب کی ضرورت ہندوستان میں اسی سے ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوںؒ کی درخواست پر یہ کتاب تالیف ہوئی۔ حق تعالیٰ اس نیک دل بادشاہ اور مصنف کتاب دونوں کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

آج سے ۲۳ (تیئس) برس (آج سے تقریباً نوے سال قبل) پہلے یعنی ۱۳۲۶ھ میں اس کتاب کا ترجمہ ''النجم'' کے ساتھ شائع ہوا تھا جبکہ ''النجم'' اخباری شکل میں تھا لیکن وہ ترجمہ اس قدر جلد نایاب ہو گیا کہ دوبارہ چھاپنے کے لیے بھی کوئی نسخہ دفتر ہٰذا میں باقی نہ رہا۔

ضرورت اور اہل ضرورت دونوں کا تقاضا تھا کہ جلد سے جلد یہ ترجمہ شائع ہو اور جو ناواقف اور بے خبر اہل سنت خواہ مخواہ روافض کا دل خوش کرنے کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہہ کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں ان کے لیے مشعل راہ بنے۔

بالآخر مخلص قدیم سید شرف علی صاحب متوطن ضلع ''جالندھر'' (پنجاب) سے جو پہلے ریاست ''کپورتھلہ'' کے تعلق سے ''بہرائچ'' (ملک اودھ) میں رہتے تھے اور ''النجم'' کے خریدار تھے اور اب بھی ہیں اس کار خیر میں بڑی مدد ملی کہ پرانا چھپا

ہوا ترجمہ ان کے پاس بڑی احتیاط و حفاظت کے ساتھ موجود تھا اور انہوں نے بغرض اشاعت عطا فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ جزاء حسنا۔

طبع ثانی کے وقت پھر اصل کتاب "تطہیر الجنان" سامنے رکھ کر ترجمہ کی دیکھ بھال کی گئی اور اکثر مقامات پر محو و اثبات کے ساتھ ساتھ حواشی مفیدہ کا اضافہ کیا گیا اور خاتمہ کتاب پر ایک تبصرہ بڑھایا گیا، جس کی قدر و منزلت انشاء اللہ تعالیٰ دیکھنے ہی سے معلوم ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

تعارف مصنف رحمۃ اللہ علیہ

اس کتاب "تطہیر الجنان" کے مصنف علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اکابر علمائے اہلِ سنت میں سے ہیں اور شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رح شارح "صحیح بخاری" کے ساتھ علم و فضل میں اگرچہ مساوات نہیں رکھتے تو بھی ابن حجر رح ثانی کہے جانے کا ان سے زیادہ کسی کو استحقاق نہیں۔

حضرت مولانا الشیخ عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ "التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ" میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

کان بحرا فی الفقه امام اقتدی به الائمه وهمام صار فی اقلیم الحجاز مصنفاته فی العصر یعجز عن الاتیان بمثله المعاصرون۔

"وہ فقہ میں سمندر، اماموں کے امام اور مقتداء اور ایسے جلیل القدر بزرگ تھے کہ اس عہد میں اقلیم حجاز میں ان کی تصانیف کی نظیر پیش کرنے سے ان کے معاصرین عاجز تھے۔

پھر بفاصلہ چند سطور لکھتے ہیں:

وقد طالعت من تصانیفه شرح المنهاج المسمی "بتحفه

المحتاج" وشرح الاربعين المسمى. "بفتح المبين" و شرح الهمزيته المسمى "بالمنح المكيه". و "الاعلام بقواطع الاسلام" و "شن الغاره" و "الايضاح والبيان لما جاء فى ليلة النصف من شعبان" و "الصواعق المحرقه" و "فتح الجواد" و "الزواجر" و "الخيرات الحسان فى مناقب النعمان" و "الجوهر المنظم فى زيارة قبر النبى المكرم"........

"میں نے (یعنی مولانا عبدالحئی لکھنوی نے) ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کیا ہے:

۱۔ شرح منہاج جس کا نام "تحفۃ المحتاج" ہے، ۲۔ شرح اربعین جو "فتح المبین" سے موسوم ہے، ۳۔ شرح ہمزیہ جو "المنح المکیہ" کہلاتی ہے، ۴۔ "الاعلام بقواطع الاسلام" ۵۔ "شن الغارہ" ۶۔ "الایضاح والبیان لما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان" ۷۔ "الصواعق المحرقہ" ۸۔ "فتح الجواد" ۹۔ الزواجر" ۱۰۔ "الخیرات الحسان فی مناقب النعمان" ۱۱۔ الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المکرم"......

اس حقیر نے (یعنی علامہ عبدالشکور لکھنوی) بھی تصانیف مذکورہ میں سے حسب ذیل کتب مطالعہ کی ہیں:

۱۔ الزواجر، ۲۔ الصواعق، ۳۔ الخیرات الحسان، ۴۔ الفتاویٰ ۵۔ المنح المکیہ ۔۔۔ سوا "منح مکیہ" کے باقی سب کتب مطبوعہ دیکھیں "منح مکیہ" کا البتہ قلمی نسخہ(۲) "کاکوری" کے کتب خانہ "قلندریہ" میں دیکھا گیا۔

(۱) "منح مکیہ" دیکھنے کی ضرورت یہ پیش آئی کہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "الاثار المرفوعہ" میں جہاں یہ بیان کیا ہے کہ بعض جاہل واعظین جو کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کو تمام اشیائے ماضیہ ومستقبلہ کا علم دیا گیا ہے یہ قول باطل اور زور (جھوٹ) ہے۔ اس مقام پر حضرت ممدوح نے "منح مکیہ" کا حوالہ دیا ہے اور مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے "منح مکیہ" کا حوالہ انہی جاہل واعظین کی تائید میں پیش کیا ہے۔ لہٰذا "منح مکیہ" کو دیکھنا پڑا۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کا حوالہ صحیح ہے اور بریلوی صاحب نے غلط حوالہ دیا ہے۔

ولادت حضرت ممدوحؒ کی رجب ۹۰۹ھ میں ہوئی۔ صغر سنی میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ اور اس زمانہ کے دو بڑے پیشوایان اسلام نے آپ کی پرورش کی۔ اول شمس الدینؒ بن ابی الحمائل۔ دوم شمس الدینؒ شناوی۔ شناوی نے ان کو ''مصر کی مشہور درس گاہ جامع ازہر میں پہنچادیا اور اس کے بعد یہ ''مصر'' ہی میں رہ کر تمام علوم وفنون میں یکتائے روزگار ہوئے۔

''مصر'' سے حج کرنے کے لیے '' مکہ معظمہ'' کئی بار آئے۔ اول ۹۳۳ھ میں پھر ۹۳۷ھ میں اور اس مرتبہ '' مکہ'' ہی میں اقامت پذیر ہوگئے اور تمام عمر درس اور افتاء کے کام میں بسر کی۔ ۹۹۵ھ میں اور بقول بعض ۹۷۵ھ میں وفات پائی۔ کذافی ''التعلیقات السنیہ'' ۔۔۔

امروز گر از رفتہ عزیزاں خبرے نیست
فرد است دریں بزم زما ہم اثرے نیست

کتبہ افقر عباد اللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ
۲ رمضان المبارک ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

سبب تالیف

سب تعریف اللہ کے لیے جس نے اپنے نبی ﷺ کے برگزیدہ اور نیک اصحابؓ وآلؓ کی تعظیم تمام لوگوں پر واجب کر دی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر عیب اور برائی اور خطا سے ان کی پاک دامنی بیان فرمائی ہے اور ان کو یہ امتیاز عطا فرمایا کہ وہ ہر کمال میں اور ہر چیز میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، وہ کریم ہے، غفار ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے برگزیدہ رسول اور نبی ﷺ ہیں۔ (اور دعا کرتا ہوں کہ) اللہ ان پر اور ان کے آلؓ واصحابؓ پر پے در پے صلوٰۃ وسلام بھیجتا رہے جب تک کہ رات اور دن پے در پے آتے رہیں اور جب تک کہ ان کے علوم کے براہین اور ان کے دلائل قاطعہ ان کے دشمنوں کی افترا پردازیوں کی گردن زدنی کرتے رہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ چند اوراق ہیں جن کو میں نے سیدنا ابو عبدالرحمٰن امیر المومنین حضرت معاویہ قرشی اموی رضی اللہ عنہ و ارضاہ کے فضائل میں تالیف کیا ہے۔ ممدوح کے والد کا نام صخر اور کنیت ابوسفیانؓ ہے، وہ بیٹے ہیں حرب کے وہ بیٹے ہیں امیہ کے، وہ بیٹے ہیں عبد شمس کے، وہ بیٹے ہیں عبد مناف کے۔ (اور عبد مناف رسول اللہ ﷺ کے والد کے دادا ہیں) اور ممدوح کی والدہ ہندؓ ہیں، وہ بیٹی ہیں عتبہ کی وہ بیٹے ہیں ربیعہ کے، وہ بیٹے ہیں عبد شمس کے وہ بیٹے ہیں عبد مناف کے۔

اس رسالہ میں حضرت معاویہؓ کی لڑائی کا بھی بیان ہے اور ان شبہات کا بھی جواب ہے جن کی وجہ سے بہت سے اہل بدعت وہوا نے ان کی بدگوئی کو جائز سمجھا ہے یہ لوگ ناواقف ہیں، یا

ان کے دلوں میں عظمت نہیں ہے، ان تاکیدی ممانعتوں کی جو نبی ﷺ آپ کے اصحاب کرامؓ خصوصاً آپ کے سسرالی رشتہ داروں اور آپ کے کاتبوں اور نیز ان لوگوں کے برا کہنے کے متعلق منقول ہیں جن کو آپ نے بشارت دی کہ وہ عنقریب آپ کی امت کے بادشاہ ہوں گے اور ان کے لیے یہ دعا مانگی کہ وہ ہدایت کرنے والے، اور ہدایت پانے والے ہو جائیں، چنانچہ آئندہ اس قسم کی روایتیں بیان ہوں گی۔

انہی تاکیدی ممانعتوں میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ کوئی شخص راہ خدا میں اگر "احد پہاڑ" کے برابر سونا بھی خرچ کردے تو صحابہ کرامؓ کے ایک مد (تقریباً دو پاؤنڈ کا ایک پیمانہ ہے) یا نصف مد خرچ کرنے کے برابر ثواب نہیں پاسکتا اور ایک حدیث یہ ہے کہ جس شخص نے کسی صحابیؓ کو برا کہا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت۔ اللہ اس کی نہ فرض عبادت قبول کرے گا، نہ نفل عبادت۔

بادشاہ ہمایوں کا خوف خدا:

اس رسالہ کی تالیف پر مجھے سلطان ہمایوںؒ کی پر رغبت درخواست نے آمادہ کیا جو ہندوستان کے بادشاہوں میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ نیک اور سنت پر عمل کرنے اور اہل سنت کے ساتھ محبت کرنے میں سب سے زیادہ مضبوط ہے اور جو باتیں اس کے خلاف، اس بادشاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں بالفرض وہ باتیں صحیح بھی ہوں، تو اب یہ بادشاہ ان سب باتوں سے بالکل علیحدہ ہے، کیونکہ اس کی آخری حالت ہمیں مسلسل معلوم ہوئی ہے، بلکہ مجھ سے بعض ان حضرات نے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اکابر اولاد میں سے ہیں، اور میرے استاذ الاستاذ کے درجہ میں ہیں، بیان کیا کہ اس بادشاہ نے چالیس برس سے آسمان کی طرف نہیں دیکھا، بوجہ اس کے کہ وہ اللہ سے حیا کرتا ہے اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ بادشاہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے، اور یہ کہ علمائے اہل سنت میں سے جو لوگ اس کے پاس جاتے ہیں، وہ ان کی اس قدر تعظیم کرتا ہے کہ کسی اور سے نہیں سنی گئی، مثلاً ان کے پاس بکثرت آمد ورفت کرنا، اور باوجود اس قدر وسیع سلطنت اور باشوکت فوج کے مالک

ہونے کے، علماء کے سامنے مثل ادنیٰ طالب العلم کے زمین پر بیٹھ جانا، اور جس طرح دولت مندوں کو چاہیے علماء کی خدمت کرنا وغیرہ وغیرہ۔

اس بادشاہ کی درخواست کا سبب یہ ہوا کہ اس کے ملک میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حضرت معاویہؓ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں اور ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، جن سے وہ بری ہیں کیونکہ حضرت معاویہؓ نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس میں کوئی ایسی تاویل نہ ہو سکے جو ان کو گناہ سے بری کر دے بلکہ اس تاویل سے ایک گونہ ثواب ان کے لیے ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

لہٰذا میں نے بادشاہ کی درخواست منظور کر لی اور حضرت معاویہؓ کے حالات کے ساتھ ہی اپنے مولیٰ امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بھی ضروری حالات، جو اس مبحث سے تعلق رکھتے ہیں بیان کر دیے ہیں، مثل ان لڑائیوں کے جو ام المومنین عائشہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ اور دوسرے صحابہؓ سے واقع ہوئیں، اور نیز وہ لڑائیاں جو خوارج سے پیش آئیں، خوارج کی تعداد موافق ایک روایت کے بیس ہزار سے اوپر تھی، اور ان میں وہ اوصاف و علامات بھی تھیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

اور میں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ امام برحق اور خلیفہ راشد تھے، جو لوگ ان سے لڑے وہ سب باغی تھے، مگر خوارج کے علاوہ اور لوگ گو خطا کار تھے، مگر اس خطا میں بھی وہ مستحق ثواب ہیں، کیونکہ وہ لوگ امام تھے، فقیہ تھے، مجتہد تھے، ایسی تاویلات کرتے تھے جن کی گنجائش ہو سکتی ہے، بخلاف خوارج کے کہ ان کی تاویلات قطعی البطلان تھیں، جیسا کہ عنقریب بدلائل اس کو ثابت کیا جائے گا۔

یہ باتیں میں نے اس سبب سے بڑھائیں کہ یزیدی فرقہ، یزید کی تعریف میں بہت مبالغہ کرتا ہے، اور بہت سے دلائل پیش کرتا ہے، میں نے اس بیان میں شبدیز قلم کو بہت تیز نہیں کیا کیونکہ جس کو اللہ کی طرف سے ہدایت ملی ہے، اس کے لیے ادنیٰ دلیل کافی ہے، ورنہ قرآن و حدیث بھی اس کے لیے ناکافی ہے۔ اس رسالہ کا نام میں نے تطهير الجنان واللسان من الخطور دالفغوة بثلب معاوية بن ابی سفيانؓ مع المدح الجلی و اثبات الحق العلی المولٰنا امیر المومنین علیؓ رکھا اور اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور چند فصل اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

مقدمہ

جس مسلمان کا دل اللہ اور رسول کی محبت سے پرہو،اس پر واجب ہے کہ اپنے نبی محمد ﷺ کے تمام اصحابؓ سے محبت رکھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی عنایتیں کی ہیں کہ کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔سب سے بڑی نعمت تو ان کو یہ ملی کہ وہ سرور عالم ﷺ کی نظر (کیمیا اثر) ان پر پڑی،اور حضرتؐ نے ان کی تربیت فرمائی کہ اب کوئی دوسرا ان کے کمال اور استعداد اور وسعت علوم اور مرتبہ وراثت نبی کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے نبی ﷺ کے تمام صحابہؓ کو عادل سمجھے،جیسا کہ اس پر ائمہ سلف وخلف کا اتفاق ہے۔بعض صحابہؓ سے بظاہر نظر جو کچھ نامناسب باتیں منقول ہیں اللہ نے ان کو معاف کردیا ہے کیونکہ اس نے فرمایا" رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ"یعنی اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کی بہت تعریف فرمائی اور ان کی بدگوئی سے منع فرمایا اور اس میں کسی صحابیؓ کی تخصیص نہیں کی،حالانکہ اگر تخصیص مقصود ہوتی تو ضرور تخصیص کرنی چاہئے تھی،پس معلوم ہوا کہ عموم مراد ہے ورنہ ایسا مجمل کلام ہرگز نہ ہوتا اور اس میں شک نہیں کہ حضرت معاویہؓ باعتبار نسب اور قرابت رسول ﷺ کے اور علم وحلم کے اکابر صحابہؓ سے ہیں،جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا پس ضروری ہوا کہ ان اوصاف کے سبب سے جو ان کی ذات میں بالاجماع موجود ہیں ان سے محبت کی جائے۔

شرف صحابیت:

منجملہ ان اوصاف کے شرف اسلام اور شرف صحابیت اور شرف نسب اور شرف مصاہرت رسول خدا ﷺ اور شرف مصاہرت آنحضرت ﷺ کی رفاقت جنت کو مستلزم ہے،جیسا کہ آگے بدلائل ثابت کیا جائے گا اور شرف علم اور شرف خلافت ہے ان اوصاف

میں سے اگر ایک وصف کسی میں پایا جائے تو اس کے محبوب ہونے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ یہ تمام اوصاف کسی شخص میں جمع ہوں۔ جس کے دل میں کچھ بھی قبول حق کا مادہ ہے اس کے لیے اسی قدر بیان ہمارا کافی ہے اس کے بعد اس کو زیادہ دلیل کی ضرورت نہیں۔

عظمت صحابہؓ:

ہاں اے توفیق یافتہ! آنحضرت ﷺ کی اس حدیث پر غور کر، آپؐ نے فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر کیا جائے تو تم ان کی برائی نہ کرو۔ اس حدیث کے راوی سب صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک کے کہ اس میں اختلاف ہے، مگر ابن حبانؒ وغیرہ نے اس کی توثیق کی ہے، اور آنحضرت ﷺ کی اس حدیث پر بھی غور کر، اگرچہ اس کا ایک راوی ضعیف ہے کہ جس شخص نے میری وجہ سے میرے صحابہؓ کا ادب کیا وہ "حوض کوثر" پر آئے گا اور جس نے میرے اصحابؓ کے حق میں میرا خیال نہ رکھا وہ قیامت کے دن مجھے دیکھنے بھی نہ پائے گا مگر دور سے۔

مشاجرات صحابہؓ:

اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سامنے حضرت خالد بن ولیدؓ کا ذکر (کچھ برائی کے ساتھ) کیا گیا۔ حضرت سعدؓ نے اس بدگو سے کہا چپ رہ، ہمارے آپس میں جو واقعات ہوئے وہ ہمارے دین تک نہیں پہنچتے اور نیز بسند ضعیف مروی ہے کہ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ سے بازار میں ملے، دونوں میں حضرت عثمانؓ کے متعلق کسی معاملہ میں کچھ گفتگو آ گئی، زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ نے حضرت علیؓ سے سخت کلامی کی اور کہا تم سنتے نہیں ہو میرے والد کیا کہہ رہے ہیں، پس حضرت زبیرؓ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے اپنے بیٹے کو مارا یہاں تک کہ وہ لوٹ گئے اور نیز بسند صحیح مروی ہے کہ کچھ لوگ "بصرے" کے رہنے والے عتبہ بن عمیر کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کی نسبت کچھ دریافت کیا۔ حضرت عمیرؓ نے کہا کیا تم اسی واسطے آئے ہو، ان

لوگوں نے کہاہاں، عتبہ نے کہا کہ یہ لوگ دنیا سے گزر چکے، جو کچھ اعمال ان کے تھے ان کے لیے ہیں، اور جو تم کرو گے تمہارے لیے ہیں۔

اور نیز ایسی سند سے جس میں صرف ایک مختلف فیہ راوی ہے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اللہ تعالیٰ کے قول واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصةً (سورۃ الانفال ۲۵) یعنی ایسے فتنے سے جو تم میں سے صرف ظالموں کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا کی تفسیر میں بیان کیا کہ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے زمانہ میں ہم نہ جانتے تھے کہ اس آیت کے مصداق ہم ہی ہیں، جب ہمارے اوپر آکے پڑی اس وقت ہم نے سمجھا۔ نیز ایک صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خبر دی گئی ہے ان واقعات کی جو میری امت میں میرے بعد ہوں گے ایک دوسرے کی خون ریزی کرے گا یہ خدا کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے جیسا کہ اگلی امتوں کے لیے مقرر ہوا تھا لہٰذا میں نے اللہ سے درخواست کی کہ قیامت کے دن مجھے ان کی شفاعت کی اجازت ملے چنانچہ اللہ نے مجھے اس کی اجازت دی، نیز ایک صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا عذاب دنیا ہی میں ہو جائے گا یعنی جن فتنوں اور مصائب میں وہ مبتلا ہوں گے وہی ان کا کفارہ، ذنوب ہو جائیں گے، نیز ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ نے میری امت کا عذاب دنیا میں مقرر کردیا ہے اور ایک دوسری حدیث میں جس کے سب راوی ثقہ ہیں سوا ایک کے مگر ابن حبانؒ نے اس کی بھی توثیق کی ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت، امت مرحومہ ہے۔ اللہ نے اس سے عذاب موقوف کر دیا ہے پس وہ کسی عذاب سے بالکل فنا نہیں ہوں گے، مگر ہاں اپنے ہاتھوں کی کارروائی سے یعنی ان میں ایک دوسرے کو قتل کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی کہ میری امت میں باہم کچھ جنگ وجدال نہ ہو اللہ تعالیٰ نے اس کو منظور نہ کیا اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اس امت کا عذاب تلوار سے ہوگا اور ان کی میعاد قیامت کا دن ہے اور قیامت کا دن سخت اور تلخ ہے۔

الحاصل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے درمیان جولڑائیاں ہوئیں، ان کا اثر صرف دنیا تک محدود رہا۔ آخرت کے لیےان کا کوئی اثر نہیں رہا کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ مستحق ثواب تھے، ہاں ثواب کی کمی بیشی کا البتہ ان میں فرق تھا، اس لیے کہ جو مجتہد اپنے اجتہاد میں حق پر ہوتا ہے، مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی پیروی کرنے والے کے اس کو دوہرا ثواب بلکہ دس گنا ثواب ملتا ہےاور جو مجتہد اپنے اجتہاد میں خطا پر ہوتا ہے مثل حضرت معاویہؓ وغیرہ کے اس کو صرف ایک ہی ثواب ملتا ہے یہ سب لوگ اللہ کی خوشنودی اور ان کی اطاعت میں اپنی اپنی سمجھ اور اجتہاد کے موافق کوشاں تھے۔ علوم ان کے بہت وسیع تھے یہ علوم انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے حاصل کئے تھے، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اگر تم اپنے دین کو فتنوں اور بدعتوں سے اور دشمنی --- ورنج سے بچانا چاہتے ہو--- اللہ ہی راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہےاور وہی ہمارے لیے کافی ہے وہ کیا اچھا کارساز ہے۔

مدارنجات:

نیز دوسندوں سے جن کے راوی ثقہ ہیں سوا ایک کے، مگر ابن معینؒ نے اس کی بھی توثیق کی ہے، وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا نبی اسرائیل کے اکہتر (۷۱) فرقے ہو گئے تھےاور ایک روایت میں ہے کہ یہود کے اکہتر فرقے ہو گئے تھےاور نصاریٰ کے بہتر فرقے ہو گئے تھےاور میری امت میں اس سے بھی زیادہ فرقے ہو جائیں گے، وہ دوزخ میں جائیں گے سوا ''سواداعظم'' کے (یعنی اس فرقہ کے جس کی جماعت سب سے بڑی ہوگی)اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ یہ سب فرقے دوزخی ہیں سوا ''سواداعظم'' کے، لوگوں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! ''سواد اعظم'' کون لوگ ہیں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جو میرے طریقہ اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں یعنی وہ لوگ جو زمین خدا میں کسی سے جھگڑا نہ کریں، اور جو لوگ کسی مومن کو کسی گناہ کے

سبب سے کافر نہ کہیں۔

اسی حدیث سے علماء نے اخذ کیا ہے کہ اہل سنت کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے ابوالحسن اشعریؒ اور ابوالمنصور ماتریدیؒ کے پیرو مراد ہوں گے کیونکہ یہی لوگ رسول خدا ﷺ کے طریقہ اور آپ کے صحابہؓ و تابعینؒ کے طریقوں پر ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ لوگ ''سواد اعظم'' بھی ہیں، کیونکہ ان کے سوا اور کوئی فرقہ اسلام میں نہ اس قدر مشہور ہے نہ اس قدر اس کی کثرت، اور باقی فرقے عامہ مسلمین کے نزدیک مثل فرقہ ہائے یہود و نصاریٰ کے نہایت بے قدر اور حقیر و ذلیل و بے عزت ہیں۔ اللہ ان کو ہمیشہ ایسا ہی رکھے۔ آمین۔

تنبیہ: صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ باطل پر جھگڑنے کو قوت و قدرت علامات ضلالت سے ہے۔ اصل اس کی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

ما ضربوه لك الا جدلا بل هم قوم خصمون.

ترجمہ: ''یہ مثال جوڑاتے ہیں تجھ پر سو جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں''۔
(پ۲۵ آیت ۸۵)

یعنی ان لوگوں نے اے نبی ﷺ تم سے جھگڑنا شروع کر دیا ہے یہ لوگ بڑے جھگڑالو ہیں۔ پس اے توفیق یافتہ جماعت ہر بدعتی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے سے پرہیز کر۔



فصل اول

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا بیان

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ بعد ''حدیبیہ'' کے اسلام لائے اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ''حدیبیہ'' کے دن اسلام لائے مگر انہوں نے اپنے والدین سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا ''فتح مکہ'' میں ظاہر کیا۔ اس بنا پر وہ واقع عمرہ میں جو ''حدیبیہ'' کے بعد ۷ھ فتح مکہ سے ایک سال پہلے ہوا تھا۔ مسلمان تھے اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمدؒ نے امام باقرؒ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کہتے تھے میں نے مروہ کے پاس رسول خدا ﷺ کے بال کترے تھے۔ اصل حدیث صحیح ''بخاری'' میں بواسطہ طاؤسؒ کے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کہا میں نے قینچی سے رسول خدا ﷺ کے بال کترے تھے۔ اس میں ''مروہ'' کا ذکر نہیں ہے۔ یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت معاویہؓ واقعہ ''عمرہ'' میں مسلمان تھے۔ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے ''حجۃ الوداع'' میں بال نہیں کترواۓ بلکہ بالاتفاق ''منیٰ'' میں آپ نے بال منڈوائے تھے، پس یہ بال کا کتروانا ''عمرہ'' کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔

اگر کہا جائے کہ شاید عمرہ جعرانہ میں یہ واقعہ بال کترنے کا ہوا ہو جو فتح مکہ اور ہزیمت حنین کے بعد اخیر ۸ھ میں ہوا جبکہ ''حنین'' کے قیدی اور اموال جعرانہ میں لائے گئے تھے تو میں جواب دوں گا کہ عمرہ جعرانہ تو آنحضرت ﷺ نے بوقت شب پوشیدہ طور پر کیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض صحابہؓ نے اس کا انکار کیا ہے۔ صورت اس کی یہ ہوئی تھی کہ حضرت ﷺ نے اپنے اصحابؓ کے ساتھ مقام جعرانہ میں عشاء کی نماز پڑھی، اس کے بعد اپنی

ازواجؓ کے پاس تشریف لے گئے جب سب لوگ اپنی اپنی فرودگاہ میں چلے گئے تو آنحضرت ﷺ عمرہ کا احرام باندھ کر باہر تشریف لائے اور چند صحابہؓ کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ کیا بعد اس کے پھر لوٹ کر اپنے مقام پر آ گئے اور صبح کے وقت اپنے خیمے سے اس طرح نکلے کہ گویا شب کو وہیں تھے الغرض اس عمرہ کا حال سوا خاص خاص صحابہؓ کے اور کسی کو معلوم نہیں ہوا اور حضرت معاویہؓ اس وقت تک ان خاص صحابہؓ میں سے نہ تھے۔

لہٰذا یہ احتمال نکالنا کہ شاید اس عمرہ میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بال تراشے ہوں بہت بعید ہے، اسی واسطے علماء نے اس احتمال کی طرف توجہ نہیں کی، جیسا کہ واقعات قولیہ وفعلیہ میں احتمالات بعیدہ کی حالت ہونی چاہیے۔

اگر کہا جائے کہ انہوں نے جو اپنا اسلام چھپایا اور نبی ﷺ کی طرف ہجرت نہیں کی یہی خود بڑا نقص ہے تو میں جواب دوں گا کہ یہ ہر حالت میں نقص نہیں ہے۔ اس لئے کہ خود حضرت عباسؓ عم رسول خدا ﷺ نے ایسا کیا تھا ''بدر'' میں اسلام لے آئے تھے مگر اپنے اسلام کو ''فتح مکہ'' تک پوشیدہ رکھا اور نقص ہے تو حضرت عباسؓ کے لیے بدرجہ اولیٰ نقص ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے تقریباً چھ سال تک اپنا اسلام چھپایا اور حضرت معاویہؓ نے تو تقریباً ایک ہی سال چھپایا، مگر کسی نے اس بات کو حضرت عباسؓ کے لیے نقص نہیں سمجھا کیونکہ وہ معذور تھے۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ نے جو چھپایا تو وہ بھی معذور تھے، اور ہجرت تو اس وقت واجب ہوتی ہے جب کوئی معذور نہ ہو اور ایک معذوری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باوجود ہجرت کا علم نہ ہو اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ کی والدہ نے حضرت معاویہؓ سے کہا تھا کہ اگر تم ہجرت کر کے جاؤ گے تو ہم تمہارا نفقہ بند کر دیں گے، یہ معذور تو بالکل ظاہر ہے پس اگر کوئی کہے کہ واقدی کا یہ بیان کہ حضرت معاویہؓ قبل فتح مکہ کے اسلام لائے تھے، اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ایام حج میں ''عمرہ'' ہم نے کیا ہے، اور اس وقت معاویہؓ کافر تھے، تو اس کا جواب ہم دیں گے کہ کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ جب مان لیا گیا کہ حضرت معاویہ نے اپنا اسلام

پوشیدہ رکھا تھا تو ممکن ہے کہ حضرت سعدؓ ان لوگوں میں ہوں جو حضرت معاویہؓ کے اسلام سے بے خبر تھے لہٰذا وہ اپنے علم کے موافق اور ظاہر حال کے موافق حضرت معاویہؓ کو اس وقت تک کافر سمجھتے تھے، باقی رہا فتح مکہ میں ان کا اسلام لانا اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اس دن بالاتفاق ان کے والدین اور ان کے بھائی یزید بھی اسلام لائے تھے۔

اگر کہا جائے کہ بعض محدثین نے حضرت معاویہؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا ﷺ کے ساتھ ''حنین'' میں شریک تھے، اور آپ نے ان کو ''ہوازن'' کی غنیمت سے سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا دیا تھا اور یہ اور ان کے والد دونوں ''مؤلفۃ القلوب'' سے تھے، پھر انکا اسلام اچھا ہوگیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کا اسلام ''فتح مکہ'' سے پہلے نہیں ہوا ورنہ اتنے زمانہ تک ان کے تمام گھر والے اور وہ خود مثل اپنے والد کے ''مؤلفۃ القلوب'' میں نہ ہوتے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے کوئی مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ جس نے ان کو ''مؤلفۃ القلوب'' میں شمار کیا ہے اس نے صرف اس بنا پر ان کو ''مؤلفۃ القلوب'' میں شمار کیا ہے کہ یہ ''فتح مکہ'' کے دن اسلام لائے جیسا کہ حضرت سعدؓ کو گمان تھا، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کو ''مؤلفۃ القلوب'' میں لکھا ہے انہوں نے ان کے والد کا ذکر بھی ان کے ساتھ لکھا ہے، حالانکہ ان کے والد بالاتفاق ''فتح مکہ'' کے دن اسلام لائے، مگر جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کا اسلام ''فتح مکہ'' سے ایک سال پہلے بیان کیا ہے وہ حضرت معاویہؓ کو ''مؤلفۃ القلوب'' میں شمار نہیں کرتے، اور صرف مال غنیمت کا زیادہ دینا ''مؤلفۃ القلوب'' ہونے پر دلالت نہیں کرتا، دیکھو حضرت عباسؓ نے اپنا اسلام چھپایا، پھر ''فتح مکہ'' کے دن ظاہر کیا بعد اس کے نبی ﷺ نے ''بحرین'' کے مال سے ان کو اس قدر دیا جس قدر وہ اٹھا سکے، پس جس طرح یہ واقعہ حضرت عباسؓ کے ''مؤلفۃ القلوب'' ہونے پر دلالت نہیں کرتا، اسی طرح حضرت معاویہؓ کو بالخصوص کچھ دینا ان کے ''مؤلفۃ القلب'' ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ ان کا قوی الاسلام ہونا ثابت ہے۔ حضرت ﷺ نے جو کچھ ان کو دیا وہ صرف ان

کے والد کی تالیف کے لیے کیونکہ وہ ''مکہ'' کے اکابر اور اشراف سے تھے، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اسے امن مل جائے گا، پس آنحضرت ﷺ نے ان کو بالخصوص یہ عزت دی، محض ان کی تالیف کے لئے اور ان کے شرف کے ظاہر کرنے کے لئے کیونکہ وہ شرف اور فخر کے طالب تھے۔

ابوسفیانؓ کا قبول اسلام:

حضرت معاویہؓ کے والد البتہ بظاہر ''مؤلفۃ القلوب'' سے تھے، بعد میں ان کا اسلام اچھا ہو گیا اور ان کی صلاحیت بڑھ گئی، یہاں تک کہ وہ اکابر صادقین اور افاضل مومنین سے ہو گئے۔ ''مؤلفۃ القلوب'' سے ہو گئے۔ ''مؤلفۃ القلوب'' سے ہونا اس وقت باعث مذمت سمجھا جا سکتا ہے جب اسی حالت پر قائم رہے، مگر حاشا و کلا ابوسفیانؓ ایسے نہ تھے، جیسا کہ ان کے کام، جو انہوں نے لڑائیوں میں اور دوسرے مواقع میں کئے اس کی شہادت دیتے ہیں۔

حضرت ابوسفیانؓ کی قوت اسلام سے آنحضرت ﷺ کا واقف ہونا اور ان کا آنحضرت ﷺ کے احکام کا مطیع ہونا اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں ایسا حکم دے دیا تھا کہ جو ان کی طبیعت کے بالکل خلاف تھا وہ مع اپنی زوجہ کے مسلمان ہوئے اور وہ نبی ﷺ کے حضور میں آ کر شکایت کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ! ابوسفیانؓ ایک حریص شخص ہیں مجھے اتنا بھی نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بیٹے معاویہؓ کو کافی ہو سکے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم بغیر ان کی اجازت کے ان کے مال سے اس قدر لے لیا کرو جو تم کو اور تمہارے بیٹے کو دستور کے موافق کافی ہو جایا کرے۔ پس حضرت ﷺ نے ان کی غیبت میں یہ فیصلہ محض اس لیے کر دیا کہ حضرت ﷺ جانتے تھے کہ وہ میرے فیصلے سے راضی رہیں گے گو ان کی طبیعت کے خلاف ہو۔

ہندؓ کا قبول اسلام:

حضرت معاویہؓ کی والدہ ہندؓ کے قوی الاسلام ہونے کی دلیل خود ان کے اسلام کا واقعہ ہے۔ فتح مکہ کے بعد ایک شب وہ ''کعبہ'' میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ صحابہؓ سے کعبہ بھرا ہوا ہے، اور وہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرر ہے ہیں طواف اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہیں۔ ہندؓ یہ کیفیت دیکھ کر کہنے لگیں کہ خدا کی قسم میں نے ''کعبہ'' میں کبھی نہیں دیکھا کہ خدا کی عبادت اس قدر کی گئی ہو واللہ وہ لوگ رات بھر قیام ورکوع وسجود میں مشغول رہے۔ اسی وقت سے ان کا دل اسلام پر راغب ہو گیا مگر ان کو اس بات کا خوف رہا کہ اگر نبی ﷺ کے پاس ہجرت کر کے جائیں گی تو آپ اس فعل قبیح کی بابت ان سے باز پرس کریں گے جو انہوں نے حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ کیا تھا۔ پس وہ اپنی قوم کے ایک شخص کو ساتھ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ﷺ بہت خندہ پیشانی اور عفو وکرم کے ساتھ پیش آئے جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا پھر رسول خدا ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ کبھی زنا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ کہیں شریف عورت بھی زنا کرتی ہے۔ زنا تو وہی عورتیں کرتی ہیں جو بدکار ہوتی ہیں اور ان کا یہی پیشہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ چوری نہ کرنا، اس شرط پر انہوں نے سکوت کیا اور عرض کیا کہ ابوسفیانؓ ایک بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اس قدر نہیں دیتے جو مجھے کافی ہو سکے، ہاں ان کے بغیر اجازت میں کچھ لے لوں تو میرا کام چل سکتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا تو اس قدر لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے لڑکے کو کافی ہو جایا کرے جب یہ خبر حضرت ابوسفیانؓ کو پہنچی تو انہوں نے اپنی نہایت رضامندی اس سے ظاہر کی اور انہوں نے کہا جس قدر مال میرا تم لے لو وہ جائز ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابوسفیانؓ سے ان کے لیے اجازت مانگی تو ابوسفیانؓ نے ترچھوہاروں کے لینے کے اجازت دے دی۔ خشک کے لینے کی اجازت نہیں دی۔ جب یہ اسلام لائیں تو بہت استقامت اور ہوشیاری کے ساتھ

رہیں یہی سچی بیعت کی علامت ہے چنانچہ یہ اپنے ایک بت کے پاس گئیں جوان کے گھر میں تھا اور اس کو تیر سے مار مار کے توڑ ڈالا اور کہنے لگیں کہ ہم تیری وجہ سے بہت دھوکہ میں رہے۔

معاویہؓ کا حلیہ:

تنبیہ: ایک حدیث جس میں مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ کا رنگ سفید تھا، قد لمبا تھا، سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور بعض لوگوں نے ان کا حلیہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔

☆===========☆===========☆

فصل دوم

معاویہؓ کے فضائل ومناقب

حضرت معاویہؓ کے فضائل ومناقب، ان کی خصوصیات اور علوم و اجتہادات یہاں میں نے صرف تھوڑے بیان کئے ہیں۔

تنبیہ: بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ''بخاری'' نے جس باب میں حضرت معاویہؓ کے حالات بیان کئے ہیں۔ اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے **باب ذکر معاویہؓ** یہ نہیں کہا کہ فضائل معاویہؓ، نہ یہ کہا کہ مناقب معاویہؓ اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث وارد ہی نہیں ہوئی جیسا کہ ابن راہویہؒ نے بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ ''بخاری'' کی شرط کے موافق کوئی روایت صحیح نہیں ہوئی تو اکثر صحابہؓ کی یہی حالت ہے اور اگر شرط ''بخاری'' کی قید نہ لگائی جائے تو یہ بات غلط ہوگی کیونکہ ان کے فضائل میں بعض حدیثیں حسن ہیں حتیٰ کہ ''ترمذی'' کے نزدیک جیسا کہ انہوں نے جامع ''ترمذی'' میں بیان کیا ہے اور عنقریب تم کو معلوم ہو گا اور حدیث ''حسن لذاتہ''

بالاجماع حجت ہے بلکہ مناقب میں تو ضعیف حدیث بھی حجت ہو جاتی ہے، المختصر ابن راھویہؒ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ معاویہؓ کے فضائل میں قادح نہیں ہوسکتا۔

(۱) حضرت معاویہؓ کا قرب نسبی:

بچند وجہ (ا) وہ باعتبار نسب کے نیز بزمانہ جاہلیت اور بزمانہ اسلام بزرگان صحابہؓ میں سے تھے اور اکابر قریش سے تھے اور آنحضرت حضرت معاویہؓ ﷺ سے بنسبت اوروں کے زیادہ قریب تھے کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عبد مناف میں جا کے مل جاتے ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ایک ہاشم جو آنحضرت ﷺ کے دادا تھے۔ دوسرے مطلب جو شافعی کے دادا تھے۔ تیسرے عبد شمس جو حضرت عثمانؓ اور حضرت معاویہؓ کے دادا تھے۔ چوتھے نوفل۔ پہلے تین بیٹے باہم حقیقی بھائی تھے مگر ہاشم اور مطلب کی اولاد میں باہم کبھی افتراق نہیں ہوا نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہم بنی ہاشم اور --- بنی مطلب کبھی جدا نہیں ہوئے، نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں، اسی وجہ سے جب قریش نے آنحضرت ﷺ کی بدگوئی اور ایذا پر اتفاق کیا تو بنی مطلب بھی بنی ہاشم کے ساتھ ہو گئے تھے اور سب لوگ ساتھ ساتھ ''شعب ابی طالب'' میں جا کے رہے جبکہ قریش نے ان کا محاصرہ کیا اور اس بات کی قسم کھائی کہ بنی ہاشم سے معاملات مناکحت بالکل نہ کریں گے اس وقت بنی مطلب نے بنی ہاشم کا ساتھ دیا اور تمام تکالیف میں ان کا ساتھ دیا۔ اسی وجہ سے جب آنحضرت ﷺ نے مال فے کو تقسیم کیا تو صرف بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا۔

(۲) حضرت معاویہؓ کاتب وحی:

منجملہ: ان کے یہ کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا ﷺ کے کاتب تھے جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ثابت ہے اور ایک حدیث ''حسن'' میں وارد ہوا ہے کہ حضرت معاویہؓ نبی ﷺ کے سامنے لکھا کرتے تھے۔ ابو نعیمؒ نے کہا کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا ﷺ کے کاتبوں میں

سے تھے اور عمدہ کتابت کرتے تھے۔ فصیح اور بردبار اور باوقار تھے اور مدائنی نے کہا ہے کہ زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے اور حضرت معاویہؓ ان تحریرات کو لکھا کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ کے اور اہل عرب کے درمیان میں ہوتی تھیں۔ اس میں وحی وغیر وحی سب شامل ہے پس وہ رسول خدا ﷺ کے امین تھے۔ وحی الٰہی پر یہ رتبہ بلند ان کے لئے بس ہے اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے معافیؒ ابن عمران سے پوچھا کہ عمرؒ بن عبدالعزیز اور حضرت معاویہؓ میں کیا فرق تھا۔ معافیؒ کو یہ سن کر غصہ آگیا اور انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ کے اصحاب پر کسی کا قیاس نہیں ہوسکتا۔ معاویہؓ آنحضرت ﷺ کے صحابی تھے، آپ کے سسرالی رشتہ دار تھے، آپ کے کاتب تھے، اور وحی الٰہی پر آپ کے امین تھے۔ اسی طرح عبداللہؒ بن مبارک سے بھی منقول ہے جن کی جلالت اور امانت اور پیشوائی متفق علیہ ہے اور وہ علم فقہ اور ادب اور نحو اور لغت اور شعر اور فصاحت و شجاعت اور سخاوت و کرم کے جامع تھے یہاں تک کہ اپنے مال تجارت سے ہر سال قاریان قرآن کو ایک لاکھ روپیہ دیا کرتے تھے اور ان کا زہد و ورع و انصاف و شب بیداری اور کثرت حج و جہاد اور تجارت مشہور ہے۔ اپنے دوستوں وغیرہ کو بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر پانچ آدمی نہ ہوتے تو میں ہرگز تجارت نہ کرتا۔ سفیان ثوریؒ اور سفیانؒ ابن عیینہ اور فضیلؒ بن عیاض اور ابن سماکؒ اور ابن علیہؒ مرزوق، یہ لوگ علمائے باعمل اور ائمہ دین تھے، ان علماء کو ابن مبارکؒ بہت کچھ دیا کرتے تھے۔ انہیں ابن مبارکؒ سے پوچھا گیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن معاویہؓ افضل ہیں یا عمرؒ بن عبدالعزیز۔ ابن مبارکؒ نے کہا خدا کی قسم وہ غبار جو معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں رسول خدا ﷺ کے ہمراہ جاتا تھا عمرؒ بن عبدالعزیز سے ہزار درجہ افضل ہے۔ معاویہؓ نے رسول خدا ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔ حضرت ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے تھے اور وہ ''ربنا لک الحمد'' کہتے تھے۔ اس عظیم الشان شرف سے بڑھ کر اور کیا بندگی ہوسکتی ہے۔ جب عبداللہؒ بن مبارک جیسے شخص حضرت معاویہؓ کے متعلق ایسا کہتے ہیں کہ خود حضرت معاویہ بھی نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمرؒ بن عبدالعزیز سے ہزار

درجہ افضل ہے تو اب کیا شبہ کسی معاند کو اور کیا اعتراض کسی غبی منکر کو باقی رہ سکتا ہے۔

فائدہ: ابن مبارکؒ کی کرامات میں سے ایک بات یہ ہے کہ ابن علیہؒ جن کی امامت وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن مبارکؒ کے اجل تلامذہ میں تھے اور ابن مبارکؒ ان کو کچھ دیا کرتے تھے جیسا اوپر بیان ہوا مگر جب ابن علیہؒ نے ہارون رشید کے کہنے سے عہدۂ قضا اختیار کر لیا تو ابن مبارکؒ نے ان سے ترک کلام کر دیا اور جو کچھ ان کو دیتے تھے بند کر دیا، ابن علیہؒ معذرت کرنے کے لئے آئے مگر ابن مبارکؒ نے ان کی طرف کچھ توجہ نہ کی، حالانکہ پہلے ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے، یہ محض اس لئے کہ عہدۂ قضا کو اور ان کے انجام کو وہ برا سمجھتے تھے، پھر جب وہ چلے گئے تو ابن مبارکؒ نے یہ اشعار ان کو لکھ کر بھیجے۔

یا جاعل العلم له باز یا یصطاد اموال السلاطین
احتلت للدنیا ولذاتها بحیلته تذهب بالدین
فصرتَ مجنونا بها بعدما کنت دواءً للمجانین
این روایا تک فے سردها لترک ابواب السلاطین
این روا یا تک فیما معنے عن ابن عوف وابن سیرین
ان قلت اکرهت فذا باطل
زل حمار العلم فے الطین

ترجمہ: اے بتانے والے علم کے باز۔ جس سے بادشاہوں کے مال شکار کرتا ہے۔ تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے حاصل کرنے کے لیے ایسی تدبیر نکالی جس سے دین جاتا رہے گا۔ اس سبب سے مجنون ہو گیا۔ بعد اس کے کہ خود مجنونوں کی دوا تھا۔ وہ تیری روایتیں کہاں گئیں کہ بادشاہوں کے دروازے پر نہ جانا چاہئے وہ تیری روایتیں کہاں گئیں جو اس سے پہلے تو ابن عوفؒ اور ابن سیرینؒ سے نقل کیا کرتا تھا۔ اگر تو کہے کہ میں مجبور کیا گیا تو یہ غلط ہے بلکہ سچ یہ ہے علم کا گدھا مٹی میں پھسل گیا۔

جب یہ اشعار ابن علیہؒ نے پڑھے تو بہت متاثر ہوئے اور سخت نادم ہوئے کہ میں

نے عہدۂ قضا کیوں اختیار کیا اس کے بعد ہارون رشید کے پاس گئے اور بہت مبالغہ کے ساتھ استعفیٰ دیا یہاں تک کہ ہارون رشید نے منظور کر لیا اور اللہ نے ان کو عہدۂ قضا کی مصیبت سے نجات دی۔ اس وقت ابن مبارکؒ پھر ان کی تعظیم کرنے لگے اور جو کچھ دیتے تھے وہ دینے لگے۔

''احیاء العلوم'' میں امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابن مبارکؒ سے کہا کہ یہ میرا رقعہ فلاں شخص کو دے دینا۔ ابن مبارکؒ نے کہا کہ میں اونٹ والے سے پوچھ لوں کیونکہ مجھ سے اس رقعہ کی بابت کچھ طے نہیں ہوا تھا۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ دیکھو ابن مبارکؒ نے فقہاء کے قول کی طرف کہ ان باتوں میں تسامح جائز ہے کہ کچھ التفات نہ کیا اور ورع کے طریقہ پر عمل کیا۔

یہ حکایتیں میں نے اس لیے بیان کیں کہ تم سمجھ لو کہ جس شخص کا ورع و تقویٰ اس حد تک ہو کہ وہ اپنے اصحاب کے لیے عہدۂ قضا کو جو خلافت کے بعد تمام دینی عہدوں سے افضل ہے، جائز نہ سمجھتا ہو، وہ کیونکر حضرت معاویہؓ اور عمرؒ بن عبدالعزیز کے متعلق بے دلیل ایسی بات کہہ دے گا اور کیونکر ان کی اس قدر فضیلت بیان کرنے کی جرأت کرے گا، پس اگر اس مقام پر کوئی ایسی بات نہ ہوتی جس نے ان کو اس کہنے پر مجبور کیا تو وہ ہرگز ایسا نہ کہتے، اور اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ ایسا کہنا نہایت ضروری ہے تو وہ ہرگز اس خطرہ میں نہ پڑتے، پس اے برادر ہوش میں رہ اور اپنے ذہن کو لغویات سے محفوظ رکھنا تاکہ تو ہدایت پائے۔ اس کو غنیمت سمجھو۔

(۳) حضرت معاویہؓ ھادی و مھدی:

اور منجملہ ان کے حضرت معاویہؓ کے فضائل میں ایک بڑی روشن حدیث وہ ہے کہ جس کو ''ترمذی'' نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث ''حسن'' ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کے لیے دعا مانگی کہ یا اللہ ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت

یافتہ بنادے پس صادق و مصدوق کی اس دعا پر غور کرو، اور اس بات کو بھی سمجھو کہ آنحضرت ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ نے اپنی امت خصوصاً اپنے صحابہؓ کے لئے مانگی ہیں مقبول ہیں تو تم کو یقین ہو جائے گا کہ یہ دعا جو آپ نے حضرت معاویہؓ کے لیے مانگی مقبول ہوئی اور اللہ نے ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا، اور جو شخص ان دونوں صفتوں کا جامع ہو اس کی نسبت کیونکر وہ باتیں خیال کی جا سکتی ہیں، جو باطل پرست معاند بکتے ہیں معاذ اللہ، رسول خدا ﷺ کی ایسی جامع دعا جو تمام مراتب دنیا و آخرت کو شامل ہو، اور تمام نقائص سے پاک کرنے والی ہو ایسے ہی شخص کے لیے کریں گے جس کو آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ اس کا اہل ہے اور مستحق ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ دونوں الفاظ یعنی ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ مترادف یا متلازم ہیں پس نبی ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں کہے، تو میں جواب دوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں نہ ترادف ہے نہ تلازم کیونکہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگر دوسرں کو اس سے ہدایت نہیں ملتی، یہ حال ان عارفین کا ہے جنہوں نے سیاحت یا گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے تو اس سے ہدایت پاتے ہیں مگر خود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا، یہ حال اکثر واعظین کا ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات کو درست رکھا ہے، اور خدا کے معاملات کو درست نہیں کیا۔ میں نے بہت سے واعظ ایسے دیکھے ہیں۔ خدا کو کچھ پروا نہیں، یہ لوگ چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بھی ہے کہ اللہ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرا دیتا ہے اس لیے رسول خدا ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لئے ان دونوں عظیم الشان مرتبوں کے حصول کی دعا مانگی، تا کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو جائیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کریں۔

(۴) حضرت معاویہؓ کے جنتی ہونے کی غیبی بشارت:

منجملہ: ان کے فضائل کے ایک روایت وہ ہے جس کی سند میں سوا اس کے کہ بعض راویوں

کو اختلاط ہو گیا ہے اور کچھ عیب نہیں ہے وہ روایت یہ ہے کہ عوفؓ بن مالکؓ ایک دن مقام ''اریحا'' کی مسجد میں قیلولہ کر رہے تھے، یکا یک ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شیر چلا آ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھائے، شیر نے کہا ٹھہرو میں تمہارے ہی پاس بھیجا گیا ہوں۔ ایک پیغام تمہارے متعلق بیان کرتا ہوں۔ عوفؓ بن مالکؓ کہتے ہیں میں نے شیر سے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے۔ شیر نے کہا اللہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ تم معاویہؓ کو خبر کر دو کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ معاویہؓ کون، شیر نے کہا ابو سفیانؓ کے بیٹے، یہ بات کچھ بعید نہیں ہے۔ شیر کا ان سے کلام کرنا بطور کرامت کے ہے اور کرامت کا وقوع ممکن ہے البتہ معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے جنتی ہونے کے بہت سے دلائل ہیں اور اگر کوئی دلیل سوا اس کے نہ ہوتی کہ حضرت ﷺ نے ان کے لئے دعا مانگی کہ ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہو جائیں تو بھی کافی تھا۔

الغرض اس روایت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔

(۵) حضرت معاویہؓ کے حلم و سخاوت کی شہادت:

منجملہ: فضائل کے وہ حدیث ہے جس کو حافظ حرثؒ بن اسامہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابو بکرؓ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل اور رقیق القلب ہیں بعد اس کے آپ نے بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب بیان کئے اور ان میں حضرت معاویہؓ کا بھی ذکر کیا فرمایا کہ معاویہ بن ابی سفیانؓ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سخی ہیں۔ ان دونوں عظیم الشان وصفوں کو جو آنحضرت ﷺ نے ان کی ذات میں بیان کئے ہیں غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ان دونوں وصفوں کے ذریعہ سے کمال کے مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے تھے۔ جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوا کیونکہ حلم اور جود، یہ دو صفتیں ایسی ہیں کہ تمام حظوظ و شہوات نفس کو مٹا دیتی ہیں اس لیے کہ تکلیف اور شدت غضب کے وقت وہی شخص حلم کر سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر غرور اور حظ نفس باقی نہ ہوا اسی وجہ سے ایک

شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کبھی غصہ نہ کرنا، وہ شخص بار بار آپ سے کہتا رہا کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیے اور حضرت ﷺ ہر بار یہی فرماتے رہے کہ کبھی غصہ نہ کرنا معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص غصہ کے شر سے بچ جائے گا تو وہ نفس کی دوسری خباشتوں سے بھی بچ جائے گا اور جو شخص نفس کی خباشتوں سے بچ جائے اس میں تمام نیکیاں جمع ہوں گی۔ اسی طرح سخاوت کا حال ہے تمام گناہوں کا سرچشمہ محبت دنیا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ محبت دنیا سے بچائے اور سخاوت کی صفت اس کو عطا کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے دل میں ذرہ برابر حسد نہیں ہے نہ وہ کسی فانی چیز کی طرف ملتفت ہوکر دنیا وآخرت کی نیکیوں کو برباد کرسکتا ہے اور جب کسی کا قلب ان دونوں آفتوں سے پاک ہو یعنی غضب اور بخل سے، جو سرچشمہ تمام نقائص اور خباشتوں کے ہیں تو وہ شخص تمام کمالات اور نیکیوں کے ساتھ آراستہ اور تمام برائیوں سے پاک ہوگا۔ پس آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے سے کہ معاویہؓ حلیم اور سخی ہیں وہ تمام فضائل جو میں نے بیان کیے حضرت معاویہؓ کی ذات میں ثابت ہوگئے۔ اب وہ باتیں جو اہل بدعت وجہالت بیان کرتے ہیں کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتیں۔

اگر کہا جائے کہ یہ حدیث جو مذکور ہوئی اس کی سند ضعیف ہے پھر اس سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ ہمارے تمام ائمہ فقہاء اور اصولیین اور محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف مناقب کے متعلق حجت ہوتی ہے، جیسا کہ فضائل اعمال کے متعلق بالاجماع حجت مانی گئی ہے اور جب اس کا حجت ہونا ثابت ہوگیا تو کسی معاند کا کوئی شبہ یا کسی حاسد کا کوئی طعن باقی نہ رہا بلکہ تمام ان لوگوں پر جن میں کچھ بھی اہلیت ہو واجب ہوگیا کہ اس حق کو اپنے دل میں جگہ دیں، اور بہکانے والوں کے فریب میں نہ آئیں اور جب تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ حدیث ضعیف حجت ہے تو تم کو خیال رکھنا چاہئے کہ اس کتاب میں جہاں کہیں کوئی ضعیف حدیث آئی ہے وہ کسی نہ کسی صحابیؓ کی منقبت میں

ہے، لہٰذا وہ قابل تمسک ہے کیونکہ ایسی باتوں میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے حجت ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف زیادہ ہو یعنی اس کا کوئی راوی متہم بالوضع نہ ہو اگر ایسا ہو گا تو وہ حدیث ہرگز حجت نہ ہو گی۔

(۶) حضرت معاویہؓ رازدارِ رسولؐ:

منجملہ: فضائل حضرت معاویہؓ کے ایک حدیث یہ ہے کہ جس کو ملاؔ نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے اور ان سے محبّ طبری نے ''ریاض النضرہ'' میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابوبکرؓ ہیں اور دین کی باتوں میں سب سے زیادہ قوی عمرؓ ہیں اور حیا میں سب سے زیادہ عثمانؓ ہیں اور علم قضا میں سب سے زیادہ علیؓ ہیں اور ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہؓ و زبیرؓ ہیں اور جہاں کہیں سعدؓ بن ابی وقاص ہوں تو حق انہیں کی طرف ہو گا اور سعیدؓ بن زید ان دس آدمیوں میں ایک شخص ہیں جو رحمان کے محبوب ہیں اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف رحمٰن کے تاجروں میں سے ہیں اور ابوعبیدہؓ بن جراح اللہ اور رسول کے امین ہیں، اور میرے رازدار معاویہؓ بن ابی سفیان ہیں پس جو شخص ان لوگوں سے محبت کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہو گا، دیکھو اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کا کیسا وصف بیان کیا گیا ہے جو ان کے کاتب وحی ہونے کے متعلق ہے۔ غور کرو گے تو سمجھ لو گے کہ حضرت معاویہؓ کی عزت آنحضرتؐ یہاں بہت تھی کیونکہ انسان اپنا رازدار اسی کو بناتا ہے جو تمام کمالات کا جامع اور خیانت سے بری ہو اور یہ اعلیٰ درجہ کی منقبت اور بڑی فضیلت ہے۔

(۷) حضرت معاویہؓ کے لیے امین کا خطاب:

منجملہ: فضائل کے ایک حدیث یہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جبرائیلؑ نبیؐ کے پاس آئے اور کہا کہ یا محمدؐ معاویہؓ سے کام لیجئے کیونکہ وہ خدا کی کتاب پر امین ہیں۔ اس حدیث کے سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک کے کہ اس میں کچھ ضعف

ہے، اور ایک راوی اور ہے جس کے متعلق حافظ ہیثمی نے بیان کیا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ اس روایت میں اگر چہ بظاہر ابن عباسؓ کا ایک قول ہے۔ حدیث نبوی نہیں ہے مگر چونکہ وہ ایک ایسی بات ہے جو عقل سے نہیں معلوم ہو سکتی اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی صحابی ایسی کوئی بات کہیں جو عقل سے نہ معلوم ہو سکے تو وہ بات رسول خداؐ سے منقول سمجھی جائے گی لہٰذا یہ قول ابن عباسؓ کا حدیث نبویؐ کے حکم میں ہے، باقی رہا دو ایک راویوں کا ضعیف ہونا اس کا انتہا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہو جائے گی اور ابھی بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ضعیف مناقب میں حجت ہوتی ہے۔

(۸) حضرت معاویہؓ محبوب خدا و محبوب رسولؐ:

منجملہ: ان کے فضائل کے ایک حدیث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ (ایک روز) ام المومنین ام حبیبہؓ کے پاس گئے۔ حضرت معاویہؓ کا سر ان کی گود میں تھا اور وہ ان کے جوئیں دیکھ رہی تھیں۔ حضرتؐ نے پوچھا کہ کیا تم معاویہؓ کو چاہتی ہو۔ انہوں نے کہا میں اپنے بھائی کو کیوں نہ چاہوں۔ حضرتؐ نے فرمایا اللہ اور رسول بھی معاویہؓ کو چاہتے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور ابھی بیان ہو چکا کہ حدیث ضعیف مناقب میں مقبول ہوتی ہے۔

(۹) معاویہؓ حضورؐ کے برادر نسبتی اور امت کے ماموں:

منجملہ: ان فضائل کے یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کو آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہؓ کو اور میرے سسرالی رشتہ داروں کو برائی کے ساتھ یاد نہ کرو جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اللہ کی طرف سے اس کے لیے ایک محافظ مقرر ہوگا اور جو شخص ان کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا اللہ اس کو چھوڑ دے گا اور جس کو اللہ نے چھوڑ دیا قریب ہے کہ اللہ اس کو

کسی مصیبت میں پکڑ لے۔ اس حدیث کو امام حافظ احمدؒ بن منیع نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں جس خاندان کی لڑکی سے اپنا نکاح کروں گا یا جس شخص کیساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کروں گا یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے۔ اس حدیث کو حرثؒ بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میں اپنی امت میں سے جس گھرانے میں اپنا نکاح کروں یا جس شخص کے ساتھ اپنی کسی لڑکی کا نکاح کروں یہ سب لوگ جنت میں میرے رفیق رہیں اللہ تعالیٰ نے میری یہ درخواست قبول فرمائی۔ اس حدیث کو بھی حرثؒ نے روایت کیا ہے پس اس عظیم الشان فضیلت اور مرتبہ عالی کو جو تمام ان خاندانوں کے لیے ثابت ہیں جن کے یہاں آنحضرت ﷺ نے نکاح کیا، غور سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیانؓ کے گھر پر جس گھر کے ایک بڑے شخص حضرت معاویہؓ تھے کیسا فضل و کرم کیا ان کو کیسا عزو شرف اور جلال و اقبال دیا اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پر بھی غور کرو کہ آپ نے فرمایا جو شخص ان لوگوں کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت کرے گا اس کے ساتھ خدا کی طرف سے ایک محافظ رہے گا اور جو شخص ان لوگوں کے بارے میں میرے حقوق کی رعایت نہ کرے گا اللہ اس سے بری ہے اور جس سے اللہ بری ہے قریب ہے کہ اس کو کسی مصیبت میں گرفتار کر لے۔ امید ہے تم اس بات پر غور کرنے سے ان لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز کرو گے جن کو خدا نے آنحضرت ﷺ کے سسرالی رشتے دار ہونے کی عزت دی ہے اور وہ آپ کے عزیزوں کے زمرے میں داخل ہیں۔ ان لوگوں کی بدگوئی کرنا سم قاتل ہے ایسے سم قاتل کا وہی شخص استعمال کرے گا جس کو اپنی زندگی ناگوار ہے تو اللہ کو کچھ پروا نہیں ایسا شخص چاہے جس جنگل میں ہلاک ہو جائے اللہ تعالیٰ ہم کو اور نیز سب مسلمانوں کو اپنے غضب و عذاب سے محفوظ رکھے۔

(۱۰) حضرت معاویہؓ کے لیے حکومت کی بشارت:

منجملہ: ان فضائل کے یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ان کو خلافت کی بشارت دی

تھی۔ ابوبکرؒ بن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت معاویہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے اس وقت سے برابر خلافت ملنے کی امید رہی جب سے رسول خدا ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے معاویہؓ جب تم بادشاہ ہونا تو نیکی کرنا اور ابویعلیٰؒ نے اپنی سند سے جس میں سویدؒ ہیں اور ان کے متعلق کچھ جرح بھی ہے مگر وہ جرح مضر نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا ﷺ نے (ایک مرتبہ) میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہؓ اگر تم کو حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے یہ امید رہی کہ مجھے کہیں کی حکومت ملنے والی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کی طرف سے مجھے شام کی حکومت ملی، پھر حضرت امام حسنؓ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد خلافت حاصل ہوگئی۔ اس حدیث کو امام احمدؒ نے ایک مرسل سند سے روایت کیا ہے مگر ابویعلیٰؒ نے اس کو سند صحیح سے موصول کیا ہے۔ اس کے الفاظ حضرت معاویہؓ سے اس طرح مروی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ وضو کرو پس جب وہ وضو کر چکے تو حضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اے معاویہؓ! اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا اور طبرانی نے "اوسط" میں اس قدر مضمون زائد روایت کیا ہے کہ نیکوکاروں کی نیکی قبول کرنا اور بدکاروں سے درگزر کرنا اور امام احمدؒ نے ایک دوسری سند حسن سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہؓ بیمار ہوئے تو بجائے ان کے حضرت معاویہؓ نے پانی کا برتن اٹھا لیا اور رسول خدا ﷺ کو وضو کرانے لگے۔ حضرت ﷺ نے وضو کرنے میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سر اٹھایا اور فرمایا کہ اے معاویہؓ اگر تم کو کہیں کی حکومت ملے تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں اس وقت سے مجھے برابر یہ خیال رہا کہ مجھے عنقریب خلافت ملنے والی ہے، یہاں تک کہ مل گئی۔ اور ایک دوسری حدیث حسن میں ہے کہ رسول خدا ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس امت میں کس قدر خلیفہ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا مثل تعداد نقبائے بنی اسرائیل کے۔ ان خلفاء میں بلاشک حضرت معاویہؓ بھی داخل ہیں کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عمرؒ بن عبدالعزیز

ان خلفاء میں داخل ہیں۔ پس حضرت معاویہؓ جو ان سے افضل ہیں جیسا کہ ابن مبارکؒ وغیرہ سے منقول ہوا کیوں نہ داخل ہوں گے اگر تم کہو کہ حضرت معاویہؓ خلفائے اثناعشر میں کیونکر داخل ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے تو ان کی حکومت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا ہے، جیسا کہ بروایت صحیح حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول خدا ﷺ نے نبیؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا پہلے تو ہم میں نبوت رہے گی، اس کے بعد پھر خلافت ہوگی، جو نبوت کے ڈھنگ پر ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہت ہوگی، پھر ملک جبروت ہوگا، اس کے بعد پھر خلافت ہوگی جو نبوت کے ڈھنگ پر ہوگی۔ حبیب (راوی) کہتے ہیں کہ جب عمرؒ بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو میں نے یزیدؒ بن نعمانؓ بن بشیر کو جو ان کے مصاحبوں میں سے تھے یہ حدیث لکھ کر دی اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ امیر المومنین یعنی عمرؒ بن عبدالعزیز کاٹنے والی بادشاہت اور ملک جبروت کے بعد خلیفہ ہوئے ہیں۔ یزیدؒ نے میری تحریر عمر بن عبدالعزیز کے پاس پہنچائی اور یہ حدیث ان کو پڑھا کر سنائی تو عمر بن عبدالعزیز بہت خوش ہوئے میں نے اپنی کتاب مختصر ''تاریخ الخلفاء'' کے شروع پر اس حدیث کے متعلق ایک بڑی بحث لکھی ہے۔ اس کو دیکھ لینا چاہیے۔ آنحضرت ﷺ کی مراد پہلی خلافت سے وہ خلافت ہے جس کا خاتمہ حضرت حسنؓ پر ہوا کیونکہ آپ نے اس خلافت کو مدت تیس سال قرار دی ہے اور تیس سال کے آخر میں حضرت امام حسنؓ کی خلافت ہوئی ہے۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کی خلافت ثابت نہیں ہے یہاں تک کہ جب حضرت امام حسنؓ نے خلافت ترک کر دی اس وقت سے حضرت معاویہؓ خلیفہ بنے پس اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت کاٹنے کو والی بادشاہت ہے۔

جواب: اس کا جواب میں دوں گا کہ اگر یہ ایسا ہی مان لیا جائے تب بھی حضرت معاویہؓ کے حق میں کچھ ضرر نہیں۔ ان کی خلافت میں کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں نہیں پائی گئیں۔ اسی وجہ سے ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا اگرچہ حضرت معاویہؓ اپنے اجتہاد کی وجہ سے مستحق ثواب تھے کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہوا

ہے کہ جس مجتہد سے حق صادر ہوا اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور جس سے خطا صادر ہو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ حضرت معاویہؓ کے مجتہد ہونے میں کچھ شک نہیں ہے پس ان اجتہادات میں اگر ان سے غلطی ہوگئی تو ان کو ثواب ہی ملے گا اور کسی قسم کا نقص ان میں نہ ہوگا اگرچہ ان کی خلافت کو کاٹنے والی بادشاہت فرمایا گیا ہے، پھر ایک حدیث میں، میں نے تصریح اس امر کی دیکھی کہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت بعض وجوہ سے کاٹنے والی بادشاہت ہوگی (نہ جمع وجوہ سے) یہ روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اس دین میں نبوت و رحمت ہوگی پھر بادشاہت و رحمت ہوگی، پھر لوگ خلافت پر اس طرح گریں گے جس طرح گدھے کسی چیز پر گرتے ہیں پس تم لوگ جہاد کو اپنے اوپر لازم سمجھو، اور سب سے افضل جہاد سرحد کی حفاظت ہے، اور سب سرحدوں سے بہتر سرحد ''عسقلان'' کی ہے۔ اس حدیث کو ''طبرانی'' نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کی خلافت کی فضیلت صاف ظاہر ہے کیونکہ جو سلطنت کہ بعد خلافت و رحمت کے ہوئی وہ حضرت معاویہؓ کی سلطنت تھی۔ آنحضرتؐ نے اس سلطنت کو بھی رحمت فرمایا پس (سب حدیثوں کے لحاظ سے) یہ سلطنت کچھ کاٹنے والی بھی ہوگی کچھ رحمت ہوگی لیکن واقعات تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں رحمت بنسبت کاٹنے کے زیادہ تھی اور ان کی خلافت خلافت کبریٰ کے مشابہ ہے۔ اسی وجہ سے خلافت راشدہ سے ملا دی گئی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے میری امت کا کام درست رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گزر جائیں وہ سب قریش سے ہوں گے اور ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے وارد ہوا ہے کہ بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے کسی دشمن کی عداوت ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گی۔

(۱۱) حضرت معاویہؓ قوی اور امین:

منجملہ: فضائل حضرت معاویہؓ کے ایک یہ حدیث ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں، ہاں بعض راویوں میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ

سے مشورہ لیا اور ان سے دو مرتبہ فرمایا کہ تم مجھے مشورہ دو مگر ہر بار دونوں نے یہی کہا کہ اللہ و رسول خود واقف ہیں پھر آپ نے حضرت معاویہؓ کو بلوایا جب وہ آئے اور حضرتؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ معاملہ معاویہؓ کے سامنے پیش کرو کیونکہ یہ قوی اور امین ہیں۔ ان دونوں عظیم الشان صفتوں پر غور کرو دیکھو یہ دونوں وصف خلافت کے لئے کس قدر موزوں ہیں، پس تم کو معلوم ہو جائے گا کہ معاویہؓ خلافت کے اہل تھے، لہٰذا جس وقت سے حضرت حسنؓ نے خلافت کو ترک کیا پھر کسی نے حضرت معاویہؓ پر طعن نہیں کیا ہاں اس سے پہلے ان پر طعن کیا جاتا تھا کیونکہ خلیفہ برحق حضرت علیؓ تھے اور انکے بیٹے حسن کرم اللہ وجہہ۔

(۱۲) حضرت معاویہؓ کی کامیابی کے لیے پیغمبر خدا کی دعاء:

منجملہ: ان کے فضائل کے ایک حدیث یہ ہے جس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ صرف بعض میں کچھ اختلاف اور ارسال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہؓ کے لیے دعا مانگی کہ **اللھم علمه الکتاب و الحساب ومکن له فی البلاد لوقه سوء العذاب** (ترجمہ: یا اللہ معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا دے اور شہروں پر ان کو قبضہ دے اور عذاب کی برائی سے ان کو محفوظ رکھ۔)

(۱۳) حضرت معاویہؓ ..... انتخاب عمرؓ کا نادر نمونہ:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کی تعریف کی اور ان کو دمشق کا عامل بنایا تھا، چنانچہ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت بھر وہاں کے عامل رہے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے عہد میں بھی یہ وہاں کے عامل رہے۔ حضرت معاویہؓ کے فضائل میں یہ ایک بہت بڑی فضیلت ہے کہ وہ ایسے شخص ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے اتنی وسیع سرزمین کا حکم بنادیا تھا اور جب تم اس بات پر غور کرو گے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو جو حضرت معاویہؓ سے بدرجہا افضل تھے معزول کر دیا تھا اور حضرت معاویہؓ کو عامل مقرر کیا اور کبھی

معزول نہ کیا تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی فضیلت ہے اور ان میں حکومت کے اوصاف کے خلاف کوئی بات نہ تھی ورنہ حضرت عمرؓ بھی ان کو عامل نہ بناتے یا معزول کر دیتے۔ اس طرح حضرت عثمانؓ بھی۔ حضرت عمر و عثمانؓ کے اکثر مقرر کیے ہوئے عاملوں کی شکایت رعایا نے کی اور اور ان دونوں نے اپنے عاملوں کو معزول کر دیا گو وہ کیسے ہی بڑے مرتبے کے ہوں مگر حضرت معاویہؓ اتنے دنوں تک ''دمشق'' میں عامل رہے اور اس طویل مدت میں نہ کسی نے ان کی شکایت کی، نہ کسی نے ان پر کوئی تہمت ظلم و جور کی لگائی پس اس پر غور کرو تو تمہارا اعتقاد حضرت معاویہؓ کی طرف بڑھ جائے گا اور تم بغاوت اور عناد اور بہتان سے بچ جاؤ گے۔

حضرت معاویہؓ کے حاکم ''دمشق'' ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ''شام'' کی طرف کچھ لشکر بھیجے اور یزید بن ابی سفیانؓ کو سردار لشکر بنایا ان کے ساتھ حضرت معاویہؓ بھی گئے جب یزیدؓ کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بھائی معاویہؓ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں ان کو اس عہدہ پر قائم رکھا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی الغرض حضرت معاویہؓ تقریباً بیس برس تک دمشق میں رہے، بعد اس کے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت نہیں کی، بوجہ اس تاویل کے جو آئندہ مذکور ہوگی۔ حضرت علیؓ ہی کی خلافت میں وہ ملک ''شام'' پر مستقل حکمران ہو گئے اور ملک ''مصر'' پر بھی انہوں نے قبضہ کیا اور ''جنگ صفین'' میں ''واقعہ تحکیم'' کے بعد اپنے آپ کو خلافت کے ساتھ نامزد کیا پھر جب امام حسنؓ نے اپنے اختیار و رضا سے (باجودیکہ کہ ان کے پیرو اور مددگار بہت تھے اور گمان غالب یہی تھا کہ اگر حضرت معاویہؓ سے جنگ پیش آتی تو وہ حضرت معاویہؓ پر غالب آتے) صلح کر لی تو وہ مستقل خلیفہ ہو گئے۔ حضرت امام حسنؓ کی صلح کا کوئی سبب سوا اسکے نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی خونریزی سے ڈرتے تھے۔ انہوں نے جیسا کہ فرمایا ہے جانتے تھے کہ دونوں فریق برابر یا قریب برابری کے ہیں پس ایک دوسرے پر فتح یاب نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ دوسرا بالکل فنا نہ ہو جائے محض اس خیال سے حضرت

امام حسنؓ کا ترک خلافت کرنا امام حسنؓ کی فضیلت ہے۔

اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر ان کی اس فضیلت کو بیان فرمایا تھا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسا ہونے والا ہے کوئی جاہل یہ نہ خیال کرے کہ یہ صلح بزدلی یا خوف کے سبب سے ہوئی۔ آنحضرتؐ نے امام حسنؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ پس حضرتؐ نے ان دونوں گروہوں کو یکساں مسلمان کہا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی بتا دیا کہ اصل ثواب میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح اعتقاد کی ہدایت کرے اور تعصب اور شبہات سے محفوظ رکھے۔

پھر جب امام حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کو دے دی تو سب لوگ حضرت معاویہؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے، اسی وجہ سے اس سال کا نام ''سال جماعت'' رکھا گیا پھر اس وقت سے کسی نے حضرت معاویہؓ کے خلیفہ برحق ہوتے میں اختلاف نہیں کیا۔

(۱۴) حضرت معاویہؓ کی شوکت دربار فاروقیؓ میں:

منجملہ: حضرت معاویہؓ کے فضائل کے یہ کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان پر اعتراض کیا اور انہوں نے اس اعتراض کے جواب میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حضرت عمرؓ ان سے نادم ہوئے۔ ابن مبارکؒ نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خلافت میں (مدینہ) آئے، حضرت معاویہؓ بہت حسین شخص تھے پھر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیلئے گئے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو اس وقت ہم سب لوگوں سے بہتر ہیں بشرطیکہ اللہ ہمیں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی عنایت کرے۔ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ہم اپنے حسن و جمال کی زیادتی کی وجہ آپ کو بتائیں ہم ایک ایسے مقام میں رہتے ہیں، جہاں حمام اور سبزہ زار بکثرت ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ تم

امام حسنؓ کا ترک خلافت کرنا امام حسنؓ کی فضیلت ہے۔

اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے برسر منبر ان کی اس فضیلت کو بیان فرمایا تھا تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ایسا ہونے والا ہے کوئی جاہل یہ نہ خیال کرے کہ یہ صلح بزدلی یا خوف کے سبب سے ہوئی۔ آنحضرتؐ نے امام حسنؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ پس حضرتؐ نے ان دونوں گروہوں کو یکساں مسلمان کہا اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دی بتا دیا کہ اصل ثواب میں دونوں برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحیح اعتقاد کی ہدایت کرے اور تعصب اور شبہات سے محفوظ رکھے۔

پھر جب امام حسنؓ نے خلافت حضرت معاویہؓ کو دے دی تو سب لوگ حضرت معاویہؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے، اسی وجہ سے اس سال کا نام ''سال جماعت'' رکھا گیا پھر اس وقت سے کسی نے حضرت معاویہؓ کے خلیفہ برحق ہوتے میں اختلاف نہیں کیا۔

(۱۴) حضرت معاویہؓ کی شوکت دربار فاروقیؓ میں:

منجملہ: حضرت معاویہؓ کے فضائل کے یہ کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ان پر اعتراض کیا اور انہوں نے اس اعتراض کے جواب میں اس قدر مبالغہ کیا کہ حضرت عمرؓ ان سے نادم ہوئے۔ ابن مبارکؒ نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ چند لوگوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خلافت میں (مدینہ) آئے، حضرت معاویہؓ بہت حسین شخص تھے پھر وہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیلئے گئے۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ مبارک ہو مبارک ہو اس وقت ہم سب لوگوں سے بہتر ہیں بشرطیکہ اللہ ہمیں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی عنایت کرے۔ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین ہم اپنے حسن و جمال کی زیادتی کی وجہ آپ کو بتائیں ہم ایک ایسے مقام میں رہتے ہیں، جہاں حمام اور سبزہ زار بکثرت ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ وجہ نہیں ہے بلکہ یہ وجہ ہے کہ تم

وہ کا خیال فرمایا کہ محرم کو پراگندہ سر غبار آلود ہونا چاہیے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے باقی رہا قصد زینت شاید حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع نہ ہو اور بغرض اطلاع ممکن ہے کہ ان کا مطلب یہ ہو کہ یہ کام بعد احرام سے باہر ہونے کے ہو سکتا ہے۔ بحالت احرام اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی وہ سنت کے زیادہ موافق اور حدیث سے زیادہ قریب تھی، اور حضرت معاویہؓ کا یہ خیال کہ اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، موافق اس قاعدہ کے ہے جو اصول میں بیان ہوا ہے کہ نص سے ایسے معنی نکالے جاسکتے ہیں جن کی تخصیص ہو سکے مگر باوجود اس کے کہ حضرت عمرؓ کی رائے بہت واضح تھی۔ حضرت معاویہؓ کا عذر انہوں نے قبول کر لیا اور ان کی اس بات کو برداشت کر گئے کہ آپ مجھ کو یہاں بھی تکلیف دیتے ہیں اور ''شام'' میں بھی۔ حضرت عمرؓ بعد متنبہ کئے جانے کے گو وہ تنبیہ سخت الفاظ میں ہو، حق کی طرف رجوع کرنے میں ایسے عالیشان رتبے پر پہنچے ہوئے تھے کہ کسی دوسرے کو وہ رتبہ نصیب نہیں ہوا۔

(۱۵) مقام معاویہؓ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

منجملہ: ان کے فضائل یہ ہے کہ صحابہ نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ابن سعد نے روایت لکھی ہے کہ حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ سبز لباس پہن کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں گئے۔ صحابہ نے ان کی طرف بنظر تعجب دیکھا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو حضرت عمرؓ نے ان کو درہ سے مارنا شروع کیا اور وہ یہ کہتے تھے کہ اللہ اللہ یا امیر المومنین آپ مجھے کیوں مارتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بات نہ کی اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ صحابہ نے کہا کہ آپ اس جوان کو کیوں مارا، آپ کے عاملوں میں کوئی اس کا مثل نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے بھی اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی مگر میں نے دیکھا کہ وہ اوپر چڑھتا چلا جاتا ہے تو میں نے ارادہ کیا کہ اس کو پست کر دوں یعنی کچھ غرور کی علامت معلوم ہوتی تھی تو میں نے اس کو تواضع سکھلا دی۔

اگر تم کہو کہ حضرت معاویہؓ نے پہلے کیوں کہا تھا کہ یہ کپڑے میں نے اپنے عزیزوں سے ملنے کے لیے پہنے ہیں اور اب کیوں نہ کہا تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس مرتبہ حضرت عمرؓ نے ان کو کچھ کہا نہیں، بلکہ مارنا شروع کر دیا اور چونکہ یہ مارنا باجتہاد صحیح تھا لہٰذا کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہ تھا۔ یہاں سے تم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کتنے بڑے فقیہ تھے اور علم و ادب ان کا کیسا وسیع تھا اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے ان کی تعریف کی، جب صحابہ کرامؓ نے جو حضرت عمرؓ کے اہل مجلس اور اکابر مہاجرینؓ و انصارؓ تھے جیسا کہ اس پر آثار صحیح دلالت کرتے ہیں یہ کہا کہ آپ کے عاملوں میں ایسا کوئی نہیں ہے اور حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی ان میں کچھ برائی نہیں جانتا۔

جو شخص اس پر غور کرے اس کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی کتنی بڑی منقبت اور کیسی مدح نکل رہی ہے کیونکہ بشہادت حضرت عمرؓ کی اور ان کے اہل مجلس کی جو اکابر مہاجرینؓ و انصارؓ سے تھے کہ عمال میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے اور یہ کہ ان سے کوئی برائی دیکھی نہیں گئی، طعن کرنے والوں کی گردن کاٹتی ہے اور معاندین متعصبین کی کمر توڑتی ہے۔

(۱۶) فتنہ کے وقت حضرت معاویہؓ کی طرف رجوع کا فاروقیؓ مشورہ:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ترغیب دی تھی کہ جب فتنہ واقع ہو تو شام چلے جائیں اور حضرت معاویہؓ کے پاس رہیں۔ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے لوگو! میرے بعد آپس میں اختلاف نہ کرنا اور اگر ایسا تم نے کیا تو سمجھ لو کہ معاویہؓ "شام" میں ہیں اگر تم خود رائی کرو گے تو کیا حال ہوگا۔

میں نے "اصابہ" کے ایک نسخہ میں جو میرے پاس ہے ایسا ہی دیکھا ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ جب فتنہ واقع ہو اور خلفائے راشدینؓ کی وفات ہو جانے سے لوگوں میں اختلاف پڑے تو سب لوگ حضرت معاویہؓ کے پاس چلے جائیں اور اس فتنہ کا انتظام ان کے سپرد کر دیں۔ ان کی رائے نہایت صائب اور تدبیر نہایت عمدہ ہوتی ہے، سب لوگوں کا

اس بات پر اتفاق تھا کہ حضرت معاویہؓ سرداران عرب اور عقلائے عرب سے تھے، اور فتنہ پھیلنے کے وقت اسی کی رائے صائب ہوسکتی ہے جو سردار ہو اور صاحب عقل ہو، صاحب تجربہ ہو اور حضرت معاویہؓ کے لیے یہ مرتبہ شہادت ان کے معاصرین کے اور بشہادت ان کے فیصلوں اور احکام کے ثابت ہے ان کا علم بھی اس کی شہادت دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اس فتنہ کا انتظام حضرت معاویہؓ کے سپرد کردیں ورنہ حیرت میں پڑ جائیں گے اور فتنہ سے رہائی نہ ہوگی۔

یہ حضرت عمرؓ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے بطور پیشین گوئی کے بیان کیا کہ امت کی کنجیاں حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں جائیں گی اور گویا انہوں نے حضرت معاویہؓ کے قوت نفسیہ اور ذکاوت و عقل حکمت اور اجتہاد اور حل مشکلات کی شہادت دی ان مناقب جلیلہ کا حضرت عمرؓ سے صادر ہونا حضرت معاویہؓ کے رفیع الشان مرتبہ اور کمال منقبت کے لئے کافی ہے۔

(۱۷) ایمان معاویہؓ پر علیؓ کی شہادت:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ خود حضرت علی مرتضیٰؓ نے ان کی تعریف کی فرمایا کہ میرے لشکر کے مقتول اور معاویہؓ کے لشکر کے مقتول دونوں جنتی ہیں، اس کو ''طبرانی'' نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ اسکے سب راوی ثقہ ہیں۔ صرف بعض میں اختلاف ہے۔ یہ قول حضرت علیؓ کا ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ مجتہد تھے اور تمام شرائط اجتہاد ان میں جمع تھیں، اور بالاتفاق ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہوتی گو اس کے مخالف مجتہد کا اجتہاد بہت واضح ہو کیونکہ وہ بھی جو کچھ کہتا ہے دلیل ہی سے کہتا ہے ہاں اگر دو مجتہدوں کا قول موافق ہو جائے تو اس کو موافقت کہیں گے تقلید نہ کہیں گے۔ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ان عبارات کی تاویل کی ہے جن سے وہم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ نے برات عیب کے مسئلہ میں حضرت عثمانؓ کی تقلید کی

ہے یا فرائض کے مسائل میں اکثر نے زیدؓ بن ثابت کے اقوال کی تقلید کی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ امام شافعیؒ کا اجتہاد ان دونوں کے اجتہاد کے موافق ہوگیا ورنہ کوئی مجتہد گو وہ متاخرین میں سے ہو کسی دوسرے مجتہد کی گو وہ صحابہؓ میں سے ہو تقلید نہیں کرسکتا۔

حضرت علیؓ کا یہ قول ایسا صریح ہے کہ کسی طرح اسکی تاویل نہیں ہوسکتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ بوجہ اپنے اجتہاد کے گو اس اجتہاد میں ان سے خطا ہوئی جیسا کہ اور مجتہدین سے ہوتی ہے۔ موافق حدیث کے مستحق ثواب ہیں وہ بھی اور ان کے مقلدین بھی اور ان کے موافق بھی کیونکہ بہت سے صحابہؓ اور بہت سے فقہائے تابعین ان کے دعوی کی حقیت میں حق کہ حضرت علیؓ سے لڑنے میں بھی ان کے موافق تھے، پس ان کا یہ فعل کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ حضرت علیؓ سے حسد رکھتے تھے، یا ان پر کچھ طعن کرتے تھے، بلکہ یہ ایک ان کا اجتہاد تھا جو کسی دلیل سے ان کو حاصل ہوا تھا کیونکہ مجتہد تو دلیل کا پابند ہوتا ہے۔ اس کو اپنی دلیل کی مخالفت جائز نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ اور ان کے پیرو مستحق ثواب ہیں گو حق حضرت علیؓ کی طرف تھا دیکھو تو حضرت علیؓ نے باوجودیکہ وہ سمجھتے تھے کہ میں حق پر ہوں اور معاویہؓ باطل پر ہیں، یہ حکم لگادیا کہ معاویہؓ اور ان کے پیرو سب جنت میں ہیں المختصر حضرت علیؓ کا یہ قول ایسا صریح ہے جس کی تاویل نہیں ہوسکتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے پیرو مستحق ثواب ہیں۔ حضرت علیؓ سے لڑنے میں کسی قسم کا گناہ ان پر نہیں ہوا اور حضرت علیؓ ان سے اسی وجہ سے لڑے کہ یہ لوگ باغی تھے اور باغیوں سے لڑنا امام وقت پر واجب ہے۔ بغاوت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ باغی گنہگار بھی ہو بلکہ باغی کے پاس کوئی دلیل غیر قطعی البطلان ہونی چاہیے، اسی واسطے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ بغاوت ہر حال میں برائی پر دلالت نہیں کرتی۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے باغیوں سے لڑنے کے احکام ان معاملات سے سیکھے جو حضرت علیؓ نے معاویہؓ سے کیے۔ حضرت علیؓ کا یہ قول اس بات کو بھی بتا رہا ہے کہ آیت وان طائفتان من المومنین حضرت معاویہؓ کو

بھی شامل ہے۔

تنبیہ: تم کو چاہیے کہ جب کسی ایسے شخص سے گفتگو ہو جو اولادِ علیؓ سے ہو اور قواعد اصول حدیث سے واقف ہو اور حق ظاہر ہو جانے کے بعد حق کا اتباع کرے تو اس کے سامنے حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے وہ اقوال پیش کرو جو آئندہ منقول ہوں گے کیونکہ اس کے لئے یہ چیزیں تمام دلائل سے زیادہ نافع ہوں گی۔

(۱۸) فقاہت معاویہؓ پر ابن عباسؓ کی شہادت:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کی تعریف کی اور ابن عباسؓ اجل اہل بیت اور تابعین علیؓ مرتضیٰ سے ہیں۔ ''صحیح بخاری'' میں عکرمہؒ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ معاویہؓ ایک ہی رکعت وتر پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا وہ فقیہ ہیں اور ایک روایت میں ہے یہ کہا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ ہیں۔ یہ حضرت معاویہؓ کی ایک بہت بڑی منقبت ہے کیونکہ فقیہ ہونا ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ کے لئے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ ان کو دین میں فقیہ بنا دے اور ان کو تاویل سکھادے اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اس کو دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ دوسری فضیلت یہ ہے کہ یہ وصف جلیل حضرت معاویہؓ کے حق میں حبر الامۃ ترجمان القرآن ابن عمؓ رسول خدا اور ابن عم علیؓ اور ناصر و مددگار علیؓ یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے صادر ہوا ہے اور صحیح بخاری میں مروی ہے جو بعد کتاب خدا کے تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہے پس جب اتنے بڑے درجے کے لوگ حضرت معاویہؓ کو فقیہ کہتے ہیں اور صرف صحابہؓ اور سلف صالحین میں وہی شخص ہے جو مجتہد مطلق ہو اور جس پر واجب ہو کہ اپنے ہی اجتہاد پر عمل کرے اور کسی کی تقلید اس کے لئے جائز نہ ہو لہٰذا معلوم ہو گیا کہ حضرت معاویہؓ جو علیؓ مرتضیٰ سے لڑے اس میں معذور تھے گو حق حضرت علیؓ ہی کی طرف تھا۔ حضرت

ابن عباسؓ نے جوان کو فقیہ کہا ہے کہ اس کے متعلق اور بحث بھی عنقریب آئے گی۔

اور ابھی حضرت عمرؓ کا وہ قول بیان ہو چکا جس میں انہوں نے لوگوں کو حضرت معاویہؓ کے اتباع کی ترغیب دی ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت معاویہؓ مجتہد ہیں بلکہ اعظم مجتہدین سے ہیں اور حضرت علیؓ کا بھی یہ قول بیان ہو چکا ہے کہ معاویہؓ کے مقتول جنت میں جائیں گے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ معاویہؓ مجتہد ہیں اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین تینوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہؓ فقیہ اور مجتہد ہیں تو طعن کرنے والوں کا طعن دفع ہو گیا اور تمام وہ نقائص جوان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں باطل ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ کہا کہ معاویہؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ اس سے مقصود عکرمہؒ کو تنبیہ کرنا تھا جو حضرت معاویہؓ پر ایک رکعت پڑھنے کے باعث معترض تھے۔ مطلب حضرت ابن عباسؓ کا یہ تھا کہ حضرت معاویہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے اور آپ کی نظر کیمیا اثر کے فیض سے وہ علمائے فقہاء میں سے ہیں پس وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق خدا کے حکم سے بہ نسبت معترضین کے زیادہ واقف ہیں۔ جب تم دونوں صفتوں کو جو حضرت معاویہؓ کے متعلق "صحیح بخاری" میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کسی شخص کو حضرت معاویہؓ پر ان کے اجتہادات کے متعلق اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ جو کام انہوں نے کیے ان کے نزدیک وہی حق تھے اور یہی حال تمام مجتہدین امت کا ہے اور مجتہد پر اس کے اجتہاد کے متعلق اعتراض نہیں کیا جا سکتا سوا اس صورت کے کہ اس کا اجتہاد مخالف اجماع کے یا نص جلی کے ہو، جیسا کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے اور حضرت معاویہؓ نے کسی اجماع کی مخالفت نہیں کی اور اجماع ان کے بغیر منعقد کیونکر ہو سکتا تھا نیز جوان کا اجتہاد تھا اس کی موافقت مجتہدین امت کی ایک جماعت نے کی جو صحابہؓ اور تابعین کی جماعت تھی نیز حضرت معاویہؓ نے کسی نص جلی کی مخالفت نہیں کی تھی ورنہ یہ جم غفیر ان کا متبع نہ ہوتا۔

حضرت معاویہؓ کی عظمت فقاہت تم کو "ابن ماجہ" کی اس روایت سے بھی معلوم ہو گی کہ ایک مرتبہ وہ "مدینہ" میں نبی علیہ ﷺ کے منبر پر خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں میں نے رسول خدا علیہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ قیامت تک میری امت کا ایک گروہ اہل باطل پر غالب رہے گا۔ وہ کچھ پروانہ کریں گے کہ کس نے ان کی مخالفت کی اور کس نے ان کی تائید کی مطلب یہ تھا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں بلائیں میں ان سے اس حدیث کے معنی میں بحث کروں گا۔ ایسی بات اس زمانے میں جو اکابر مجتہدین امت یعنی صحابہؓ و تابعینؒ سے بھرا ہوا تھا وہی شخص کہہ سکتا تھا جو بڑا فقیہ اور بڑا عالم ہو خصوصاً "مدینہ منورہ" اس زمانے میں علمائے صحابہؓ و تابعینؒ کا مخزن تھا پس "مدینے" میں ایسا کلمہ اسی کی زبان سے نکل سکتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو۔

اور وہ روایت بھی (قابل دیکھنے کے ہے) جو بخاری و مسلم نے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہؓ ایک مرتبہ "مدینہ" میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول خدا علیہ ﷺ سے سنا ہے آپ آج ہی کے دن فرماتے تھے کہ یہ "عاشورا" کا دن ہے۔ آج کا روزہ خدا نے تم پر لازم نہیں کیا مگر میں نے روزہ رکھا ہے پس جو شخص تم میں سے روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔

علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کسی سے سنا تھا کہ وہ صوم عاشورا کو واجب یا حرام کہتا ہے یا مکروہ بتاتا ہے پس انہوں نے چاہا کہ لوگوں کو آگاہ کر دیں کہ نہ واجب ہے نہ حرام نہ مکروہ ہے اور ایک بڑے مجمع میں اس کے متعلق انہوں نے خطبہ پڑھا اور کسی نے ان کی بات کا رد نہ کیا۔ اس سے ان کی عظمت فقاہت اور قوت اجتہاد ظاہر ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجتہاد کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچے ہوئے تھے کیونکہ انہوں نے اس خطبے مین مخالفین کو بہت تحریک کی کہ مناظرہ کر لیں مگر سب نے سکوت کیا اور کوئی شخص مجمع میں یا تنہائی میں ان سے مناظرہ کی جرأت نہ کر سکا۔

اگر کوئی کہے کہ لوگوں نے اس وجہ سے سکوت کیا کہ حضرت معاویہؓ اس وقت

خلیفہ تھے لہٰذا لوگوں کو خوف ہوا کہ وہ سختی کریں گے، تو ہم جواب دیں گے کہ ایسا گمان اس شخص کی طرف نہیں ہوسکتا جس کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ میری امت میں سب سے زیادہ حلیم ہے پس جس شخص کی صفت حلم اس درجے پر ہو، اس سے کسی مسئلہ دینیہ میں کلام کرتے ہوئے کسی کو کیا خوف ہوسکتا ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انہوں نے مناظرہ کی خواہش کی ہو، یہ بھی معلوم ہو کہ انہوں نے اسی حالت میں کہ جب خلیفہ اعظم تھے، ایک نہایت شنیع حرکت پر تحمل کیا۔ ایک شخص نے ان کے منہ پر تھوک دیا انہوں نے پوچھ ڈالا اور کہا کہ ایک پاک چیز دوسری پاک چیز پر پڑگئی تو کیا حرج ہوا۔ پس جب وہ کسی مسئلہ علمیہ میں کسی سے مباحثہ کرتے تو ان سے کیا خوف ہوسکتا تھا لہٰذا معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سکوت صرف اس وجہ سے تھا کہ لوگ جانتے تھے کہ وہ فقیہ ہیں مجتہد ہیں کوئی شخص ان سے مقابلہ نہیں کرسکتا وہ ایسے بڑے عالم ہیں کہ کوئی ان سے بحث میں پیش نہیں پاسکتا۔

نیز ان کی عظمت اجتہاد کی دلیل وہ روایت بھی ہے جو فاکہی نے بروایت ابن اسحاق نقل کی ہے کہ ابن اسحاق کہتے تھے مجھ سے یحییٰ ابن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے، حضرت معاویہؓ نے حج کیا تو ہم لوگ بھی حج میں ان کے ساتھ تھے جب وہ طواف کر چکے تو انہوں نے مقام ''ابراہیم'' میں دو رکعت نماز پڑھی پھر کوہ صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم پر پہنچے تو کہا اے لڑکے ایک ڈول میرے لیے بھرو چنانچہ لڑکے نے ڈول بھر کر انکو پانی دیا تو انہوں نے پیا اور کچھ اپنے سر پر اور منہ پر ڈالا اور کہا کہ زمزم کا پانی شفا ہے اور جس مقصد کے لئے پیا جائے وہی حاصل ہوتا ہے۔ (یعنی اگر غذا کی نیت سے پیا جائے تو غذا کا کام دیتا ہے، پیاس بجھانے کے لئے پیا جائے تو پانی کا کام دیتا ہے، اسہال کے لئے پیا جائے تو دست لاتا ہے۔ قبض کے لیے پیا جائے تو قبض کردیتا ہے) پس دیکھو عبداللہ بن زبیرؓ نے باوجود اپنے وفور علم اور پیشوائی کے حضرت معاویہؓ کے افعال سے استناد کیا اور ان کے اقوال کی پیروی کی اور ان کی روایت کی۔

اسی طرح تم صحابہؓ رضوان اللہ علیہم کو دیکھو گے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے علم واجتہاد

پر متفق ہیں کوئی اختلاف نہیں کرتا۔

بعض محققین نے جو اکابر محدثین میں سے تھے، حضرت معاویہؓ کے اس کلام سے استدلال کیا ہے کہ لوگوں کی زبان پر جو مشہور ہے کہ زمزم کا پانی جس کام کے لیے پیا جائے ویسا ہی ہوتا ہے بے اصل نہیں ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ کا یہ قول بسند حسن ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون حدیث کا ہے کیونکہ صحابیؓ جب کوئی ایسی بات بیان کرے جس میں اجتہاد کو دخل نہ ہو تو وہ حکم میں مرفوع کے ہوتا ہے۔

اور امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے کہا جس کام کے لئے زمزم کا پانی پیا جائے وہ کام ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث ''حسن'' ہے اور محدثین کی بحث اس کے متعلق بہت زیادہ ہے حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث فی حد ذاتہ ضعیف ہے مگر اس کے شواہد بہت ہیں جس سے یہ حدیث ''حسن'' ہوگئی ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جو حضرت معاویہؓ سے ابھی منقول ہوا اور ایک وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً منقول ہے، اور اس قسم کی باتیں عقل سے نہیں بیان کی جا سکتیں پس لامحالہ انہوں نے نبی علیہ صلی اللہ وسلم سے سنا ہوگا پس یہ حدیث بھی مثل حدیث حضرت معاویہؓ کے حکماً ''مرفوع'' ہے اور حاکم نے بسند ''مرفوع'' روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح ہوتی اگر جارودی سے خالی ہوتی مگر جارودی سے خالی نہیں ہے اور وہ صدوق ہے بشرطیکہ متفرد نہ ہو، مگر وہ اس مقام میں ابنؒ عیینہ سے روایت کرنے میں متفرد ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ثقات محدثین اس کے مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ''مرفوع'' نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے اور منجملہ ان شواہد کے حدیث طیالسی کی ہے جو حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''زمزم'' کا پانی غذا حاصل کرنے والے کے واسطے غذا ہے، اور بیمار کے لیے دوا ہے، اور اصل اس حدیث کی ''صحیح مسلم'' میں ہے۔ منجملہ: ان شواہد کے یہ ہے کہ اس روایت کو اکابر حفاظ متقدمین میں سے ابن عیینہؒ نے اور اکابر حفاظ متاخرین میں سے منذریؒ اور دمیاطی نے صحیح کہا ہے، اور ایک رسالہ اس کے متعلق لکھا ہے، بعض علماء نے جو اس روایت

کو ''صحیح'' کہا ہے اور بعض نے ''حسن'' کہا ہے اور بعض نے ''ضعیف'' کہا ہے۔ ان میں باہم کوئی مخالفت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ جس نے 'صحیح'' کہا ہے اس نے اس شاہد کا لحاظ کیا ہے جو ''صحیح'' ہے اور جس نے ''حسن'' کہا ہے اس نے اس شاہد کا لحاظ کیا ہے جو ''حسن'' ہے اور جس نے ''ضعیف'' کہا ہے اس نے شواہد سے قطع نظر کی ہے، نیز باسانید واہیہ جن کا اعتبار نہیں ہے مروی ہے کہ آب زمزم ہر مرض کی شفا ہے، اور نیز بطرق متعددہ جن کا مجموعہ درجہ ''حسن'' تک پہنچتا ہے، مروی ہے کہ ''آب زمزم'' کا پیٹ بھر کے پینا نفاق سے برات ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان میں فرق یہی ہے کہ وہ ''آب زمزم'' پیٹ بھر کر نہیں پیتے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اور منافقین کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ ''آب زم زم'' کا ایک ڈول بھرا جائے اور منافق چاہے کہ پیٹ بھر کر پی لے تو پی نہیں سکتا، بعض بے علم لوگوں کا خیال ہے کہ ''آب زمزم'' کی فضیلت اس وقت تک ہے جب تک وہ اپنے مقام میں ہے، حالانکہ اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل فتح مکہ کے سہیل بن عمرو کو لکھا کرتے تھے کہ ''زم زم کا پانی'' مدینہ بھیج دو۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ ''آب زمزم'' ''مدینہ'' لاتی تھیں اور کہتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا کرتے تھے، اور چھاگلوں اور مشکوں میں ''آب زمزم'' لاتے تھے اور مریضوں کے بدن پر ڈالتے تھے، اور ان کو پلاتے تھے اور حضرت ابن عباسؓ کا دستور تھا کہ ان کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو تحفہ میں اسے ''آب زمزم'' دیتے اور عطاءؒ سے پوچھا گیا کہ ''آب زمزم'' کا لے جانا کیسا ہے عطاءؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن و حسینؓ لے جایا کرتے تھے۔

تنبیہ! بعض عوام کہہ اٹھتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ بینگن جس لیے کھایا جائے وہ فائدہ حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض جاہلوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث اس حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ ''آب زمزم'' جس لیے پیا جائے وہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، حالانکہ یہ گمراہی وضلالت ہے، بینگن کی حدیث بالکل جھوٹی اور بے اصل ہے، اور

جس نے اس حدیث کی سند بیان کی ہے، وہ جھوٹا ہے اور یہی حال اس روایت کا ہے کہ بینگن سراسر شفا ہے، اس میں کسی قسم کا مرض نہیں ہے، بعض حفاظ محدثین نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث زندیقوں کی بنائی ہوئی ہے۔

نیز یہ روایت بھی بالکل جھوٹی ہے کہ بینگن کھاؤ اور خوب کھاؤ کیونکہ وہ پہلا درخت ہے جو اللہ عزوجل پر ایمان لایا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بینگن کھاؤ کیونکہ میں نے اس کا درخت "جنۃ الماویٰ میں" دیکھا ہے جو شخص اس کو خراب سمجھ کر کھائے گا اس کو ضرر کرے گا، اور جو اس کو دوا سمجھ کر کھائے گا اس کے لیے دوا کا کام دے گا، اور "بیہقی" نے حرملہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے امام شافعیؒ سے سنا وہ بوقت شب بینگن کے کھانے سے منع کرتے تھے، وقت شب کی قید محض اتفاقی ہے۔ اطباء کے نزدیک ہر زمانے میں اس کا کھانا ممنوع ہے۔ عجیب بات ہے کہ اطباء کے محقق اور فقیہ یعنی علامہ علی بن نفیس نے اپنی کتاب "شرح موجز" میں جو فن طب کی ایک عمدہ کتاب ہے بترتیب حروف تہجی بہت سی کھانے کی چیزیں ذکر کی ہیں اور ان کے منافع ومضار بیان کئے ہیں مگر بینگن کے تمام تر نقصانات ہی بیان کیے ہیں منفعت اسکی بالکل بیان نہیں کی، میں نے بعض اطباء سے اس کے متعلق بحث کی تو انہوں نے کہا صرف ایک نفع اس میں ہے کہ وہ دستوں کو روک دیتا ہے۔ یہ تمام باتیں ضمناً بیان کی گئیں، اس تقریب سے کہ حضرت معاویہؓ سے فضیلت "آب زمزم" کی منقول ہے۔ میں نے یہ باتیں اس لیے باین کردیں کہ ان میں بھی فائدہ تھا۔

(۱۹) بچپن میں حضرت معاویہؓ کے اندر سرداری کی علامات:

منجملہ: فضائل حضرت معاویہؓ کے یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے والدین نے ان کے بچپن ہی میں ان کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کئے تھے کہ یہ سب لوگوں کے سردار ہوں گے اور بادشاہ ہوں گے۔ ابوسعید مدائنی نے روایت لکھی ہے کہ حضرت ابوسفیانؓ نے ایک مرتبہ

اپنے بیٹے حضرت معاویہؓ کو دیکھا اس وقت وہ بچے تھے اور کہا کہ میرے اس بیٹے کا سر بڑا ہے اور یہ اس قابل ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے تو ان کی والدہ ہندؓ نے کہا کہ اگر یہ تمام عرب کا سردار نہ بنے تو اس کی ماں اس کو روئے۔ اور بغوی نے ابان بن عثمانؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ بچپن میں اپنی والدہ کے ساتھ جا رہے تھے، یکا یک پیر کو لغزش ہوئی اور گر پڑے، ان کی والدہ نے کہا اٹھ خدا تجھے نہ اونچا کرے، ایک اعرابی نے کہا تم ایسا کیوں کہتی ہو واللہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوم کا سردار ہوگا۔ ان کی والدہ نے کہا: (میں بھی یہی کہتی ہوں) کہ اگر وہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے تو خدا اسے اونچا نہ کرے، شاید انہوں نے بعض کاہنوں کے اقوال سے اس کو اخذ کیا ہو۔

(۲۰) حضرت معاویہؓ..... عرب کا نوشیرواں:

منجملہ: ان فضائل کے یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کی بابت کہا کہ بادشاہی کی قابلیت معاویہؓ سے بہتر میں نے کسی میں نہیں دیکھی۔ اس روایت کو ''بخاری'' نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور اسی کے موافق ہے وہ روایت کہ حضرت عمرؓ جب ملک ''شام'' تشریف لے گئے اور حضرت معاویہؓ کو اور ان کے لشکر کی کثرت اور جاہ وجلال کو ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ عرب کا نوشیرواں ہے یعنی باعتبار اپنی عظمت سلطنت اور جاہ وجلال کے۔

حضرت عمرؓ کی اس شہادت کو جو نہایت رضامندی اور خوشی کے ساتھ انہوں نے دی غور سے دیکھو اور نیز حضرت ابن عباسؓ کی شہادت کو باوجودیکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے گروہ سے تھے اور ان کے ساتھ ہو کر حضرت معاویہؓ سے لڑے تھے پھر بھی حضرت ابن عباسؓ نے ان کی برائی نہ کی، بلکہ ان کی بہت تعریف کی اور کہا کہ وہ فقیہ ہیں، مجتہد ہیں۔ اس سے تم کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ صحابہؓ گو باہم لڑے اور جھگڑے، مگر پھر بھی ان میں باہم محبت تھی۔ اس سے مخالفین کی سخن سازی بالکل غارت ہوگئی، خود حضرت علیؓ کا یہ قول اوپر گزر چکا ہے کہ معاویہؓ کی طرف کے مقتول جنت میں جائیں گے اور نیز یہ

قول ان کا آگے بیان ہوگا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی اور نیز انہوں نے حضرت طلحہؓ اور اپنے دوسرے محاربین کے حق میں فرمایا کہ ہم اور وہ ویسے ہی ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین یعنی ہم ان کے سینوں سے کینہ نکال دیں گے اور وہ (جنت میں) ایک دوسرے کے بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

جب یہ سب اقوال حضرت علیؓ کے تم کو معلوم ہو گئے تو اب حضرت معاویہؓ پر یا کسی صحابیؓ پر اعتراض کرنے کا تم کو حق باقی نہ رہا پس اس سے ہوشیار ہو جاؤ اور لوگوں کو بھی ہوشیار کرو کیونکہ اس بارہ میں حضرت علیؓ کے کلام سے زیادہ کسی کا کلام نافع نہیں ہے۔

(۲۱) حضرت معاویہؓ کی نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ:

منجملہ: ان کے فضائل کے وہ روایت ہے جو حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے جس کے سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں سوا ایک راوی کے مگر وہ بھی ثقہ ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کی نماز آپ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو، سو تمہارے اس سردار یعنی حضرت معاویہؓ کے پس اس جلیل القدر صحابیؓ نے حضرت معاویہؓ کی جو یہ منقبت بیان کی ہے اس کو غور سے دیکھو اس سے حضرت معاویہؓ کی فقاہت اور احتیاط اور کوشش اتباع نبویؐ میں خصوصاً دربار نماز جو افضل عبادات بدنیہ ہے ظاہر ہے۔

(۲۲) حضرت معاویہؓ کا تقویٰ اور توکل:

منجملہ: ان فضائل کے ایک روایت یہ ہے جو بسند ضعیف مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ جب ''شام'' سے مکہ کی طرف آتے ہوئے مقام ''رابغ'' میں پہنچے تو ''عادیہ'' نامی کنوئیں پر کھڑے ہوئے تھے کہ یکا یک ان کو لقوہ ہو گیا پس وہ سب سے پوشیدہ ہو کر ''مکہ'' پہنچے تو لوگ ان کے پاس آئے مگر انہوں نے اپنا سر لپیٹ لیا اور منہ عمامہ سے باہر نکال دیا بعد اس

کے باہر نکلے اور خطبہ پڑھا ان کے خطبہ میں یہ مضمون بھی تھا کہ اگر مجھے صحت ملی ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں انہیں میں سے ہوں اور اگر میں اس مرض میں مبتلا رہا تو (بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ) مجھ سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ہیں وہ مبتلا کیے گئے ہیں اور میں اس بات سے مایوس نہیں ہوں کہ میں انہیں نیک لوگوں میں سے ہوں اگر میرا ایک عضو مریض ہے تو نہ معلوم کتنے اعضاء میرے صحیح ہیں، اور اگر مجھ سے چند لوگ تم میں سے ناراض ہیں تو میں نے تم میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ نیکیاں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس قدر نعمتیں مجھے دی ہیں ان سے زیادہ میں آرزو نہیں کر سکتا، پس اللہ رحم کرے اس شخص پر جو میرے لیے دعائے صحت کرے پس لوگوں کی آواز دعا کے ساتھ بلند ہوئی پھر وہ خود بھی روئے اور لوگ بھی روئے مروان نے پوچھا کہ آپ کیوں روئے ہیں؟ حضرت معاویہؓ نے کہا میں کیوں نہ روؤں بڈھا ہوا ہڈیاں تک کمزور ہو گئیں آنکھوں سے پانی بہنے لگا اور جو اچھی باتیں مجھ سے صادر ہوتی ہیں ان کا بھی مجھ پر طعن کیا جاتا ہے اور اگر یزید کے ساتھ مجھے محبت نہ ہوتی تو تم میرے انصاف کی کیفیت دیکھتے۔

حضرت معاویہؓ کے اس بلیغ کلام کو دیکھو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کتنا علم اور کتنی معرفت تھی، خصوصاً ان کا پہلے یہ کہنا کہ میں نیکوں میں سے ہونے کی امید رکھتا ہوں اور دوبارہ ان کا یہ کہنا کہ میں ناامید نہیں ہوں کہ نیکوں میں سے ہو جاؤں ان دونوں لفظوں کا فرق دلالت کرتا ہے کہ انہیں امید اور خوف دونوں اعلیٰ درجہ پر تھے اور دونوں مساوی تھے اور ہمارے نزدیک صحیح بھی ہے کہ تندرست آدمی کو ایسا ہی ہونا چاہیے البتہ مریض کے لیے امید کو بنسبت خوف کے زیادہ ہونا بہتر ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا جیسا کہ وہ میری طرف گمان کرتا تھا لہٰذا ہر بندے کو چاہیے کہ میرے ساتھ نیک ہی گمان رکھے، اور ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو اس حالت میں مرنا چاہیے کہ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو یعنی یہ امید رکھتا ہو کہ مجھے بخش دے گا۔

میرے اوپر رحم کرے گا۔

حضرت معاویہؓ کے اس قول کو بھی غور سے دیکھو کہ اگر میرا ایک عضو مریض ہے الخ دیکھو رضا بالقضا ان میں کس قدر تھی اور وہ کیسے شکر گزار تھے، انسان کا جب کوئی عضو مریض ہو تو اس کو چاہیے کہ اس سے راضی رہے اور شکر کرے کہ گو اس کا ایک عضو مریض ہے مگر بہت سے اعضاء صحیح بھی ہیں اور یہ بیشمار نعمتیں بمقابلہ ایک مصیبت کے ہیں پس چاہیے کہ اس مصیبت پر راضی رہے اور ان نعمتوں پر شکر ادا کرے تاکہ اس کا شمار شاکرین میں ہو۔ شاکرین کا درجہ تمام عارفین میں افضل اور علمائے عاملین کے برابر ہے۔ حضرت معاویہؓ کا یہ کہنا کہ گو بعض لوگ تم میں سے مجھ سے ناراض ہیں انتہا درجہ کی تسلیم وتسلی پر دلالت کرتے ہے یعنی بالفرض اگر تم میں سے کچھ لوگ مجھ سے ناراض ہیں تو ان کی ناراضی سے میرا کچھ نقصان نہیں ہوسکتا اس لیے کہ ان کی ناراضی اگر بے وجہ ہے تو ظاہر ہے اور اگر کسی وجہ سے ہے تو وہ وجہ قابل درگزر ہے کیونکہ تم میں سے اکثر لوگوں کے ساتھ میں نے پے درپے احسانات کیے ہیں پس چاہیے کہ میری برائی بوجہ ان احسانات کے معاف کی جائے۔

اور حضرت معاویہؓ کا یہ کہنا کہ مجھے جس قدر نعمتیں خدا نے دی ہیں ان سے زیادہ کی میں آرزو نہیں کرسکتا یہ اقرار ہے کہ خدا کی نعمتیں ان کو پے درپے ملیں، اور جس قدر نعمتیں ملیں انہیں پر وہ قانع ہیں زیادہ کی آرزو نہیں کرتے کیونکہ نعمتوں کی خواہش کبھی حظ نفس سے بھی ہوتی اور جس چیز میں حظ نفس کا احتمال ہو اس کا ترک ہی بہتر ہے۔

اور حضرت معاویہؓ کا یہ کہنا کہ خدا رحم کرے نہایت تواضع کی دلیل ہے، اور اس بات کا اظہار ہے کہ میں رعیت کی دعا کا نہایت محتاج ہوں، اور میں بھی منجملہ ان کے ایک ہوں اور یہ کہنا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں، اس امر کا اظہار ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت احتیاج رکھتا ہوں، اور بعد اس کے کہ یہ نعمتیں مجھ پر فائز ہوئی ہیں، اب نہایت عاجز ہوگیا ہوں اور بغیر اللہ کی مدد کے سلطنت کا کام انجام نہیں دے سکتا اور حضرت معاویہؓ کا یہ کہنا کہ اگر یزید سے مجھے محبت نہ ہوتی یہ خود وہ اپنے نفس کو الزام دے رہے ہیں کہ یزید کی محبت نے

بہت صاف باتوں کو مجھ پر تاریک کر دیا اور اسی وجہ سے اس فاسق نابکار کو خلافت ملی، جس سے لوگ ہلاکت میں پڑے مگر یہ ایک امر مقدر ہو چکا تھا، اسی وجہ سے ان کی عقل کامل اور ان کا علم شامل سلب ہو گیا اور ان کی اصابت رائے جو ضرب المثل تھی جاتی رہی اور یزید کی طرف سے ان کو حسن ظن پیدا ہوا اور اس کو تمام برائیوں سے پاک صاف سمجھ لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنا کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بڑے بڑے عقلمندوں کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ پس یزید کے متعلق حضرت معاویہؓ سے جو کچھ واقع ہوا اس میں حضرت معاویہؓ معذور تھے کیونکہ یزید کی کوئی برائی حضرت معاویہؓ کے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ یزید نے بہت سے لوگ اپنے والد کے پاس خاص اسی کام کے لیے مقرر کیے تھے کہ وہ یزید کے عمدہ حالات ان سے بیان کیا کریں۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ یزید کو اور صحابہؓ کے بیٹوں سے بہتر سمجھتے تھے، لہٰذا انہوں نے یزید کو سب پر ترجیح دی، اور لوگوں نے جو یزید کی خلافت سے ناپسندیدگی ظاہر کی تھی، اس کی وجہ وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ یزید فاسق ہے بلکہ سمجھتے تھے کہ یزید سے لوگوں کو حسد ہے۔ حضرت معاویہؓ کے نزدیک یزید میں اگر ذرہ برابر بھی فسق بلکہ کوئی گناہ ثابت ہو جاتا تو ہرگز وہ یزید کو خلیفہ نہ کرتے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ بات ایک ایسی جامع و مانع کہی کہ اس سے تمام عقدے حل ہو گئے۔ ابھی ان کے کلام میں بہت سے اشارات باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ راہ راست کی ہدایت کرنے والا ہے اور ہم اس سے دعا کرتے ہیں کہ ایسی باتوں کو ہمارے دلوں میں مرغوب نہ کرے جن کے سبب سے ہم راہ راست سے ہٹ جائیں۔

(۲۳) حضرت معاویہؓ نے اکابر صحابہؓ سے اور اکابر صحابہؓ نے معاویہؓ سے روایات نقل کی ہیں

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ انہوں نے اکابر صحابہؓ و تابعینؒ سے روایت کی ہے اور نیز ان سے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ و تابعینؒ نے روایت کی ہے۔ حضرت معاویہؓ نے

ابوبکرؓ و عمرؓ اور اپنی بہن ام المومنین ام حبیبہؓ سے روایت کی ہے اور حضرت معاویہؓ سے منجملہ اجلہ اصحابؓ وفقہائے اصحابؓ کے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ عمرؓ اور عبداللہ بن زبیر اور جریرؓ بجلی اور معاویہؓ بن خدیج اور سائبؓ بن یزید اور نعمانؓ بن بشیر اور ابوسعیدؓ خدری اور ابوامامہؓ بن سہلؓ نے اور منجملہ کبار تابعین وفقہائے تابعین کے عبداللہؓ بن حرث بن نوفل اور قیسؒ بن حازم اور سعیدؒ بن مسیّب اور ابوادریس خولانی نے اور ان کے بعد والوں یعنی عیسیٰؒ بن طلحہ اور محمدؒ بن جبیر بن مطعم اور حمیدؒ بن عبدالرحمانؒ بن عوف اور ابومجلزؒ اور حمرانؒ غلام حضرت عثمانؓ اور عبداللہؒ بن محیریز اور علقمہؒ بن ابی وقاص اور عمیرؒ بن مانی اور ہمامؒ بن منبہ اور ابو العریانؒ نخعی اور مطرف بن عبداللہ شخیر وغیرہم تھے روایت کی ہے پس ان ائمہ کو جو پیشوایان دین اسلام سے تھے دیکھو ان سب نے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت معاویہ مجتہد تھے اور کیسے مجتہد تھے، فقیہ تھے اور کیسے فقیہ تھے۔

تنبیہ: شیخ الاسلام نے لکھا ہے کہ اکابر تابعینؒ اور فقہائے تابعینؒ نے جو حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے ان میں مروان بن حکم بھی ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کیونکہ مروان نے اہل بیتؓ کو سخت اذیت دی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو منبر ''مدینہ'' پر ہر جمعہ کو برا کہتا تھا اور ایک مرتبہ اس نے حسن و حسینؓ سے کہا تھا کہ تم ذلیل گھرانے کے ہو اور اسی قسم کی باتیں اس سے منقول ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ باتیں مروان سے ثابت نہیں ہیں جیسا کہ عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی جس قدر روایتیں ہیں ان کی سند میں کوئی نہ کوئی علت ہے۔ اسی وجہ سے ''بخاری'' نے مروان سے روایت کی ہے اور محدثین نے اس کے یہ معائب نہیں روایت کیے اگر یہ معائب صحیح ہوتے تو محدثین ان کو ضرور نقل کرتے، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اس نے ایسا کہا تو انتہا یہ ہوگی کہ وہ مبتدع ہوگا اور جو مبتدع اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو نہ بلاتا ہو اس کی روایت مقبول ہوتی ہے ''بخاری'' نے اپنی صحیح میں کئی بدعتیوں سے روایت نقل کی ہے اور اس سے کوئی خرابی نہیں آئی۔

(۲۴) حضرت معاویہؓ کی پیشین گوئی:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ ہے کہ انہوں نے بہت سی پیشین گوئیاں کیں اور وہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح انہوں نے بیان کی تھیں یہ ان کی کرامت ہے۔ انہیں میں سے ایک واقعہ یہ ہے جو بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے کہا اہل مکہ نے رسول خدا ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تھا لہٰذا اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی اور اہل ''مدینہ'' نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا لہٰذا اب کبھی وہاں خلافت لوٹ کر نہ جائے گی۔ حضرت معاویہؓ کی اس پیشین گوئی کو اہل مکہ کی بابت غور کرو کہ اہل مکہ کو رسول خدا ﷺ کے نکالنے کی یہ سزا ملی کہ اب کبھی وہاں خلافت نہ ہوگی ایسا ہی ہوا اگر کوئی کہے کہ ابن زبیرؓ کی خلافت تو وہاں ہوئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ خلافت کامل نہ تھی کیونکہ ''شام'' اور ''مصر'' وغیرہ سب ان کی حکومت سے باہر تھے اور نیز ان کی خلافت میں شروع سے اخیر تک برابر نزاع رہا۔ ایک دن بھی ان کی خلافت بے نزاع نہیں رہی اور اہل مدینہ کے متعلق انہوں نے یہ پیشین گوئی کی کہ بوجہ قتل حضرت عثمانؓ کے خلافت کبھی وہاں لوٹ کر نہ جائے گی یہ ان کو حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے کی سزا ملی ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا بلکہ وہاں نام بھی خلافت کا نہیں آیا نہ کسی نے دعوی خلافت کا کیا ''مکہ'' میں تو خلافت کی ظاہری صورت پائی بھی گئی تو وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کو کسی نے خلافت کے ساتھ نامزد نہیں کیا، پس معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ صحیح ہوئی یہ حضرت معاویہؓ کی ایک بڑی کرامت ہے۔ خوارق عادات اور کرامات کا کسی ایسے شخص سے ظاہر ہونا جس پر محمد عالم ﷺ کی نظر مبارک کا اثر پڑا ہو کچھ بعید نہیں ہے۔

(۲۵) حضرت معاویہؓ کی اہلیت حکومت پر ابن عمرؓ کی شہادت:

منجملہ: ان فضائل کے ایک یہ روایت ہے جو ایسی سند سے مروی ہے جس کے راویوں میں کچھ اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول خدا ﷺ کے بعد کسی کو حضرت

معاویہؓ سے زیادہ سرداری کے لیے موزوں نہیں دیکھا۔ حضرت ابن عمرؓ جیسے امام جلیل کی یہ شہادت ظاہر کررہی ہے کہ حضرت معاویہؓ سرداری کے انتہائی درجے پر پہنچے ہوئے تھے کیونکہ سرداری جن باتوں پر موقوف ہے یعنی حلم وعلم وکرم یہ سب اوصاف حضرت معاویہؓ میں بدرجہ کمال موجود تھے۔

(۲۶) حضرت معاویہؓ کا خوف خدا:

منجملہ: ان فضائل کے یہ بسند صحیح مروی ہے کہ جمعہ کے دن انہوں نے ایک مرتبہ خطبہ پڑھا اور فرمایا مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے ہم جس کو نہ چاہیں نہ دیں، کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا پھر دوسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا ہی کہا پھر بھی کسی نے ان کو اس کا جواب نہ دیا پھر تیسرے جمعہ میں انہوں نے ایسا ہی کہا تو ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا کہ ہرگز نہیں مال سب ہمارا ہے اور غنیمت سب ہماری ہے پس جو شخص ہمارے اور اس کے درمیان میں حائل ہوگا ہم خدا کے سامنے اپنی تلوار سے اس کا فیصلہ کریں گے، یہ سن کر انہوں نے اپنا خطبہ ختم کردیا پھر جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس شخص کو بلوایا لوگوں نے کہا اب یہ شخص مارا گیا پس لوگ گئے تو دیکھا کہ حضرت معاویہؓ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں ۔ حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ اس شخص نے مجھے زندہ کردیا اللہ اس کو زندہ رکھے، میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عنقریب میرے بعد چند امراء ہوں گے جب وہ کوئی بات کہیں گے تو کوئی اس کو رد نہ کرسکے گا وہ دوزخ میں اس طرح گریں گے جس طرح کلیاں گرتی ہیں، میں نے جب پہلے جمعہ میں یہ بات کہی اور کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں بھی ان میں سے نہ ہوں پھر دوسرے جمعہ میں بھی میں نے کہا اور کسی نے نہ رد کیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں انہیں میں سے ہوں پھر تیسرے جمعہ میں نے کہا تو یہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے میری بات کا رد کیا پس اس نے مجھے زندہ کیا اللہ اس کو زندہ رکھے پس اس منقبت جلیلہ پر غور کرو جو خصوصیت کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی ذات

میں موجود تھی کسی دوسرے سے ایسی بات منقول نہیں ہے تم جب اس بات پر غور کرو گے اور توفیق تمہاری مساعدت کرے گی تو تم کو خواہ مخواہ اعتقاد رکھنا پڑے گا کہ حضرت معاویہؓ جامع کمالات تھے اور تم ان سے خوش ہو جاؤ گے اور سمجھ لو گے کہ انہوں نے جو کچھ رسول خدا ﷺ سے سنا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے بڑے حریص تھے جہاں تک ان کے امکان میں تھا اور وہ اس بات سے بہت ڈرتے تھے کہ ان سے کوئی خطا صادر ہو پس اللہ نے انہیں بچایا اور امن دیا اللہ ان سے راضی رہے۔

(۲۷) حضرت معاویہؓ حدیث رسول ﷺ کے راوی:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ کہ انہوں نے نبیؐ سے ۱۶۳ حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے چار ''حدیثیں بخاری و مسلم'' کی متفق علیہ ہیں اور صرف ''بخاری میں'' چار ہیں اور مسلم میں پانچ۔

(۲۸) تبرکات پیغمبر سے عقیدت کی انتہا:

منجملہ: ان کے فضائل کے یہ کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ مجھے کفن میں وہ کرتہ پہنایا جائے جو رسول خدا ﷺ نے میرے والد کو دیا تھا اور یہ کرتہ سب کپڑوں سے نیچے بدن سے ملا ہوا رہے اور ان کے پاس رسول خدا ﷺ کے ناخنوں کا تراشہ تھا اس کے متعلق انہوں نے وصیت کی کہ گھس کر میری آنکھوں میں اور منہ میں بھر دیا جائے کہا تھا کہ جب یہ سب باتیں کر چکو تو مجھ کو ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا، جب ان کی وفات کا وقت آ گیا تو کہنے لگے کاش میں قریش کا ایک ایسا شخص ہوتا کہ ''ذی طویٰ'' میں رہتا اور خلافت میں بالکل دخل نہ دیتا یہی شان کاملینؓ کی ہے۔ پس مبارک ہو حضرت معاویہؓ کو کہ ان کے جسم سے وہ چیز مس کر رہی تھی جس نے رسول خدا ﷺ کے جسم اقدس کو مس کیا تھا اور منہ اور آنکھوں میں وہ چیز مخلوط ہو گئی تھی جو نبی ﷺ کے بدن مبارک سے جدا ہوئی تھی۔

تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی وفات "دمشق" میں ہوئی اور مشہور یہ ہے کہ ان کی وفات چوتھی رجب ۶۰ھ میں ہوئی اس وقت عمر ان کی بیاسی سال کی تھی اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ ۸۷ھ میں ہوئی اور بعض کا قول ہے ۸۶ھ میں ہوئی۔

☆==========☆==========☆

فصل سوم

ان اعتراضات کے جواب میں جو حضرت معاویہؓ پر کیے گئے ہیں بعض اعتراضات ان میں ایسے ہیں جو محض ناواقفیت سے کیے گئے ہیں جو ہمارے بیان سابق سے دفع ہو گئے ہیں مگر ہم یہاں پھر ان کا جواب بتفصیل مع فوائد زائدہ دیں گے۔

پہلا اعتراض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو بددعا دی کہ خدا اس کے شکم کو کبھی سیر نہ کرے

"مسلم" نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، پس وہ بھاگے اور چھپ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کے انہیں پکڑ لیا اور (پیار سے) ان کے دونوں شانوں کے درمیان آپ نے ہاتھ مارا اور فرمایا کہ جاؤ اور معاویہؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں گیا اور میں نے واپس آ کر عرض کیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرتؐ نے پھر فرمایا کہ جاؤ اور معاویہ کو میرے پاس بلا لاؤ، چنانچہ میں پھر گیا اور میں نے آ کر عرض کی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

جواب: اس میں حضرت معاویہؓ کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اول اس سب سے

کہ اس حدیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں اور انہوں نے آنے میں دیر کی، بلکہ یہ احتمال ہے کہ ابن عباسؓ نے چونکہ ان کو کھانا کھاتے دیکھا اس لیے ان کو شرم معلوم ہوئی کہ بلائیں، لہٰذا وہ لوٹ آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر دیا کہ کوہ کھانا کھا رہے ہیں اور ایسا ہی دوسری مرتبہ بھی ہوا۔ پس اس صورت میں اس بددعا کو اگر فرضاً حقیقی پر محمول کیا جائے تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ اتنی دیر تک کھاتے رہنا زیادہ کھانے پر دلالت کرتا ہے اور یہ عیب کی بات ہے علاوہ اس کے اس بددعا میں کوئی دینی نقصان نہیں ہے کیونکہ یہ بددعا صرف کثرت اکل کی ہے اور اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کو مشقت وتعب ہوگا نہ آخرت میں اور جو چیز کہ نقص اخروی پر دلالت نہ کرے وہ منافی کمال نہیں ہوسکتی۔ دوسرے بالفرض اگر ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ کا طلب فرمانا بھی حضرت معاویہؓ سے بیان کیا ہو تب بھی یہ احتمال ہے کہ حضرت معاویہؓ نے سمجھا ہو کہ اس ارشاد کی تعمیل علی الفور مقصود نہیں ہے، اور علمائے اصول وفقہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ امر مقتضی فوریت کو نہیں ہے ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسے کام کے لیے بلائیں جس کے لیے خدا نے آپ کو حکم دیا ہو تو اس کی تعمیل فوراً واجب ہوتی ہے گو جس کو بلایا وہ فرض نماز میں مصروف ہو شاید حضرت معاویہؓ کو اس وقت یہ استثنا معلوم نہ ہو یا وہ اس کے قائل نہ ہوں، اور اس صورت میں وہ معذور ہونگے۔ تیسرے یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بددعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بغیر قصد کے نکل گئی ہو جس طرح آپ نے اپنے بعض صحابہؓ کو فرمایا تربت یمینک تیرے ہاتھ خاک الودہ ہو جائیں، یا بعض امہات المومنینؓ کو فرمایا عقری حلقی یعنی پاؤں کٹی ہوئی سر منڈی ہوئی۔ اور اس قسم کے الفاظ اہل عرب کی زبان سے عادتاً نکل جاتے تھے بغیر اس کے کہ ان کے معنی مراد ہوں۔

چوتھے یہ کہ مسلم نے خود اپنی صحیح میں اس بات کو بیان کر دیا ہے کہ حضرت معاویہؓ اس بددعا کے مستحق نہ تھے کیونکہ انہوں نے ایک باب منعقد کیا ہے کہ وہ لوگ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برا کہا یا ان کو بددعا دی، حالانکہ وہ اس کے مستحق نہ تھے، تو یہ ان کے

لیے پاکی اور ثواب کا باعث ہوگا اسی باب میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا ہے۔ یہ جو امام مسلمؒ نے فرمایا بالکل ظاہر ہے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس میں بہت سے احتمالات ہیں ممکن ہے کہ حضرت معاویہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب فرمانے کی اطلاع نہ ملی ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ اطلاع ملی ہو مگر انہوں نے سمجھا ہو کہ فوراً حاضر ہونا مقصود نہیں ہے، یا ان کا یہ اعتقاد ہو کہ امر مقتضی فوریت نہیں ہوتا جیسا کی اکثر علمائے اصول کا مذہب ہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے جو حضرت معاویہؓ کے کمال اور فقاہت اور مرتبے کے لائق ہیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے پس یہ بددعا ان کے لیے باعث پاکیزگی و ثواب ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جس طرح تم لوگوں کو غصہ آتا ہے پس جس کو میں برا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو بددعا دوں اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یا اللہ میرے اس فعل کو اس کے لیے باعث پاکیزگی و ثواب و رحمت بنا دے۔ پانچویں یہ کہ یہ حدیث حضرت معاویہؓ کے مناقب میں ہے کیونکہ میرے بیان سابق سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ کے لیے دعا ہے نہ بددعا ہے۔ امام نوویؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔

دوسرا اعتراض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کے قتل کا حکم فرمایا

بعض ملحدین کذاب جہلاء غبی شقی گمراہ معاند مفتری مفسد لوگوں نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب معاویہؓ کو میرے منبر پر دیکھو، تو اس کو قتل کر دو اور یہ بھی کہا ہے کہ ذہبیؒ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی اور افترا ہے۔ ذہبیؒ نے ہرگز اس حدیث کی تصحیح نہیں کی، بلکہ اس کو اپنی تاریخ میں بیان کر کے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے موضوع ہے اس کی کچھ اصل نہیں علاوہ اس کے اگر ہم اس حدیث کو مان لیں تو دو حال سے خالی نہیں، یہ حدیث تمام صحابہؓ کو معلوم تھی، یا تمام کو نہ معلوم تھی اگر تھی تو تمام صحابہؓ پر الزام آتا ہے (کہ انہوں نے اس کی تعمیل کیوں نہ کی) اور اگر تمام

کو معلوم نہ تھی تو اس پر الزام آتا ہے کہ جس کو یہ حدیث معلوم تھی کہ اس نے چھپایا کیونکہ اس قسم کی حدیثوں کا امت تک پہنچادینا ضروری ہے تاکہ اس پر عمل کریں پھر اگر وہ شخص اس حدیث کو چھپاتا ہے تو تابعین کو یہ حدیث نہ معلوم ہوتی اور ہم تک منقول نہ ہوسکتی پس اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ صحابہؓ کو یہ حدیث معلوم تھی اور انہوں نے اس پر عمل نہ کیا اس قسم کی بات شرعاً صحابہؓ سے ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ بات ان سے ممکن ہو تو احتمال ہوگا کہ انہوں نے کچھ حصہ قرآن کا چھپا دیا ہو، یا اس پر عمل ترک کر دیا ہو اور یہ سب باتیں شرعاً محال ہیں خصوصاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ اے لوگو میں نے تم کو ایک صاف اور روشن راستہ پر چھوڑ دیا ہے (الخ) اور اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی تصریح بلکہ تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کا عامل مقرر کیا اور خود بھی ان کی تعریف کی اور جس قدر صحابہؓ ان کے پاس گئے ان سب نے تعریف کی یہاں تک کہ خود علیؓ نے بھی ان کی تعریف کی اور صحابہؓ نے ان سے علم حاصل کیا۔

نیز اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس قسم کی حدیثوں کے نقل کرنے اور ان کے ظاہر کرنے کی ضرورت بہت تھی، خصوصاً جبکہ لڑائیاں اور فتنے برپا ہوئے اور خود حضرت معاویہؓ خلیفہ برحق سے لڑ رہے تھے جن کے ساتھ اکثر صحابہؓ تھے اور صرف لڑنا ہی نہیں بلکہ ایسی تدبیر حضرت معاویہؓ نے کی تھی کہ واقعہ تحکیم میں خود حضرت علیؓ کے نائب ابوموسیٰؓ نے ان کو معزول کر دیا بلکہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حسنؓ کے ساتھ جنگ کا ارادہ کیا کہ وہ بھی خلیفہ برحق تھے یہاں تک کہ انہوں نے خلافت ترک کر دی اور اس وقت سے لوگ حضرت معاویہؓ کو خلیفہ برحق کہنے لگے اور تمام صحابہؓ نے اس بارے میں ان کی موافقت کی کسی نے ان کے دشمنوں میں سے بھی ان پر طعن نہ کیا سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اس دن سے خلیفہ برحق ہیں، پس اب ان سب باتوں کے بعد اس حدیث کے جھوٹی اور واجب الترک ہونے میں کیا تردد باقی رہا ایسی حدیثوں کا روایت کرنا ہرگز جائز نہیں، مگر اس غرض سے کہ ان کا جھوٹ ہونا اور ان کے راویوں کا کاذب بے تمیز ہو

نا بیان کیا جائے اس قسم کی حدیثیں وہی شخص بیان کرے گا جو احمق ہوگا جس کا حس باطل ہو گیا ہوگا، جس کی رسوائی اور کذب کو خدا نے مشہور کرنا چاہا ہوگا پس اس بات کو سمجھ لو کیونکہ اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں بعضے علم کے مدعی بھی ہیں اور جو کوئی اس حدیث کے بطلان پر برہان قائم کرتا ہے اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں دیکھو حضرت عمارؓ کی حدیث کہ ان کو گروہ باغی قتل کرے گا چونکہ بے اصل نہ تھی لہٰذا اس کی روایت پر تمام صحابہؓ متفق ہو گئے پھر اس حدیث سے حضرت علیؓ اور ان کے متبعین نے اس بات پر استدلال کیا کہ معاویہؓ باغی اور امام برحق کے خلاف ہیں اور حضرت معاویہؓ اور ان کے متبعین نے اس حدیث کی تاویل کی جو قطعی البطلان نہیں ہے پس اگر اس حدیث کی بھی کچھ اصل ہوتی تو اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا۔

تیسرا اعتراض

حضورﷺ نے بنو امیہ کو بدتر قبیلہ قرار دیا

ایک حدیث جو بسند حسن مروی ہے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمام قبائل عرب میں بدتر بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں اور نیز ایک حدیث صحیح میں جس کو حاکم نے شرط شیخین پر بیان کیا ہے ابو برزہؓ سے مروی ہے کہ تمام قبیلوں یا تمام لوگوں سے زیادہ رسول خدا کو ناپسند بنی امیہ تھے اور معاویہ بھی بنی امیہ میں سے تھے پس وہ بھی ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہوئے اور جو شخص رسول خدا ﷺ کو ناپسندیدہ ہو اس میں امارت و خلافت کی اہلیت نہیں ہو سکتی۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہؓ کے متعلق کوئی نتیجہ نکالنا، اس نتیجہ نکالنے والے کی جہالت پر اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو مبادی علوم کی بھی درایت نہیں ہے چہ جائیکہ غوامض علوم، کیونکہ اس نتیجہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت

عثمانؓ اور عمرؒ بن عبدالعزیز بھی خلافت کے قابل نہ ہوں اور معاذ اللہ اشرار میں سے ہو جائیں، اور یہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے اور صریح الحاد ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اکثر بنی امیہ شرارت کے ساتھ موصوف ہیں، یہ منافی اس بات کے نہیں ہے کہ چند لوگ ان میں سے شریر نہ ہوں بلکہ خیار امت سے ہوں۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اور اس طرح عمرؒ بن عبدالعزیز کی خلافت کی صحت پر اور نیز بعد امام حسنؓ کے ترک خلافت کے، حضرت معاویہؓ کی صحت خلافت پر اجماع ہے، اور نیز احادیث سابقہ سے بھی مثل اجماع کے ان کی فضیلت ثابت ہے اور عنقریب بیان ہو چکا ہے کہ ہم حضرت معاویہؓ اور ان کے لڑکے کے درمیان میں فرق سمجھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں جس لائق وہ ہے کیونکہ ہم بغیر کسی قسم کے تعصب و جہالت کے دلائل پر پابند ہیں اگر ہم کو کسی قسم کا تعصب ہوتا تو ہم حضرت معاویہؓ سے ان کے بیٹے کے متعلق اختلاف نہ کرتے، جس کے بارے خود حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اگر تیری محبت غالب نہ ہوتی تو تو دیکھ لیتا کہ میں کیسا انصاف کرتا ہوں بس یہ نتیجہ باطل ہے۔

اس نتیجہ کا نکالنے والا جاہل یا معاند ہے جس کے کلام کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی فہم ناقص ہے اور اس کا کذب ثابت ہے۔ عنقریب آخر کتاب میں ہم بیان کریں گے کہ آنحضرت ﷺ نے حکم کو اس کی اولاد کو لعن کی، اور لوگوں کو مکار اور فریبی فرمایا پھر آپ ﷺ نے یہ سب بیان کر کے فرمایا کہ نیک لوگ ان میں سے مستثنیٰ ہیں اور وہ بہت کم ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مراد بنی امیہ کے ان دونوں حدیثوں میں اکثر بنی امیہ ہیں نہ سب، پس اس پر غور کرو اور غفلت مت کرو تا کہ ملحدین کے فریب اور معاندین کے دھوکہ سے بچو۔

تنبیہ: مشاجرات صحابہؓ کا ذکر بلا ضرورت ناجائز ہے

ہمارے ائمہ نے اصول میں تصریح کی ہے کہ صحابہ کرامؓ میں باہم جو لڑائیاں ہوئی

ہیں ان کا ذکر نہ کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہم پر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ تم نے کیوں ان واقعات کو بیان کیا کیونکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ صحیح واقعات بیان کریں اور ان سے صحیح نتائج نکالیں، انہیں لڑائیوں سے ہمارے ائمہ نے باغیوں کے احکام حاصل کئے ہیں۔ امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے باغیوں اور خروج کرنے والوں کے احکام حضرت علیؓ کی لڑائیوں سے جو اہل جمل وصفین اور خوارج سے ہوئیں حاصل کئے ہیں۔ اسی طرح امام شافعیؒ کے علاوہ اور علماء نے بھی لکھا ہے۔

ہمارے ائمہؒ اصول نے بدعتیوں کے اعتراضات بھی ذکر کئے ہیں جن میں انہوں نے حضرت علیؓ پر اور صحابہؓ پر افترا پردازیاں کی ہیں ان اعتراضات کو ذکر کر کے ایسا رد کر دیا ہے کہ کسی اعتراض میں کچھ جان باقی نہیں رہی۔ ہمارے ائمہ محدثین نے بیان کر دیا ہے کہ اکثر باتیں جو ان لڑائیوں کے متعلق منقول ہیں جھوٹی ہیں یا ان کی سند میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ میں اپنی کتاب میں اکثر حدیثوں کی بابت بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ صحابہؓ کی لڑائیاں اس طرح بیان کرنا جس سے کسی پر الزام عائد ہو یا عوام کو کسی بدگوئی کا موقع ملے نہ چاہئے بعض جاہل لوگ جن کی عادت یہ ہے کہ کچھ دیکھ لیتے ہیں نقل کر لیتے ہیں، نہ سند پر غور کرتے ہیں، نہ حدیث کا صحیح مطلب بیان کرتے ہیں اس میں بڑا افساد ہوتا ہے اور عوام کو سبِّ صحابہ کا موقع ملتا ہے صحابہؓ کی شان یہ ہے کہ انہیں نے قرآن کو ہم تک پہنچایا اور اسی وجہ سے دین اسلام قائم ہے اور جو روشن سنت انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے سنی یا دیکھی وہ ہم تک پہنچائی اور وہ احکام جن کا علم ان کے سوا کسی کو نہ ہو سکتا تھا، ہم کو تعلیم کئے، پس اللہ ان سے راضی رہے اور اسلام ومسلمین کی طرف سے انہیں جزائے خیر دے، المختصر جو میں نے ذکر کیا ہے محض اظہارِ حق کے لیے موافق واقع کے ذکر کیا ہے۔ اور مطابق قوعد اہل سنت کے ذکر کیا ہے، ایسا ذکر کرنا اہم واجبات اور اشد ضروریات سے ہے کیونکہ اس سے صحابہؓ کی پاکیزگی اور صفائی ظاہر ہوتی ہے اور کیونکر ایسا نہ ہو کہ کل صحابہؓ خدا کی طرف سے ہدایت پر

تھے اور اگر کوئی ایسی بات ان میں سے کسی سے ہوگئی ہے تو بوجہ اجتہاد کے ہے اور یہ میں نے صحیح روایات سے ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص اجتہاد کرے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دو نا ثواب ملے گا ،اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو دس گنا ثواب ملے گا اور اگر اجتہاد خطا کر جائے تو اس کو صرف ایک ثواب ملے گا پس اصل ثواب میں خاطی اور غیر خاطی سب برابر ہیں کیونکہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات واضح البرہان ہوتی ہے اسی واسطے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں پر ان کی تعظیم وتکریم اور ان کی مدح وثناء اور ان کے سابق اسلامیہ کا جاننا اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے موافق سمجھنا واجب کر دیا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال واقوال سے ان کے مراتب کو ظاہر کیا ہے۔ ان کے مراتب کو اللہ ورسولؐ کے سوا کون جان سکتا تھا۔ پس جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے، اسی کے موافق اعتقاد رکھو، اس میں بدعقیوں کی راہ ماری جائے گی اور معاندین کی لگائی ہوئی آگ بجھ جائے گی اور جاہلوں کو تعلیم حاصل ہوگی اور علم حاصل کرنے والوں کو ہدایت ملے گی۔

تنبیہ: اگر تم کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اور معاویہؓ قیامت کے دن لائے جائیں گے اور ہم دونوں مالک عرش کے سامنے روبکاری کریں گے، جو اس وقت حق پر ثابت ہوگا وہ اور اس کے اصحاب کامیاب ہو جائیں گے، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ فریقین میں دونوں مستحق ثواب ہیں اور کوئی گنہگار نہیں ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو اس روایت کی سند منقطع ہے لہٰذا اس سے استدلال ٹھیک نہیں، دوسرے بالفرض اگر حضرت علیؓ نے ایسا فرمایا ہو تو مطلب اس کا یہ ہوگا کہ جس کسی کے افعال موافق حق ہونگے وہ کامیاب ہوگا یعنی اس کو دونا ثواب ملے گا، کامیابی کا اطلاق زیادتی ثواب پر رائج ہے۔

چوتھا اعتراض

حضورؐ نے فرمایا عمارؓ بن یاسرؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا اور وہ حضرت معاویہؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوں گے

حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے عمارؓ بن یاسر سے فرمایا کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا چنانچہ وہ حضرت معاویہؓ کے لشکر سے لڑے اور انہیں لوگوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے، پس حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ بمقابلہ حضرت علیؓ کے باغی تھے اور حضرت علیؓ ہی خلیفہ برحق تھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ انتہائی نتیجہ جو اس حدیث سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی باغی ہوں اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ باغی ہونا ان کے لیے کچھ نقص نہیں ہے اور باوجود اس کے بھی وہ لوگ مستحق ثواب ہیں۔ گنہگار نہیں ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجتہد جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور یہ بات خوب بسط سے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہؓ مجتہد تھے اور اعلیٰ درجے کے مجتہد تھے انہوں نے اس حدیث کی تاویل بھی ایسی کی ہے جو قطعی البطلان نہیں ہے یہی کیفیت اس باغی کی ہوتی ہے جو فاسق اور گنہگار نہیں ہوتا، چنانچہ اس حدیث کی تاویل کئی سندوں سے مروی ہے منجملہ ان کے ایک بسند جس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ ہے کہ حضرت علیؓ صفین کے دن مقابل کے لشکر میں جاتے تھے اور پھر لوٹ کر آتے تھے اور ان کی تلوار خون سے سرخ تھی اور وہ اپنے اصحابؓ سے فرماتے تھے کہ مجھے معذور سمجھو، مجھے معذور سمجھو اور عمارؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک نامور شخص تھے جو ان کی رائے ہوتی تھی، اس پر سب عمل کرتے تھے۔ حضرت عمارؓ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاصؓ کو لڑائی کی ترغیب دی اور ان سے حوران جنت کا ذکر کیا اور کہا کہ حضرت علیؓ کا گروہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رفیق اعلیٰ کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ پس دونوں نے جنگ کی، یہاں تک کہ دونوں قتل

ہو گئے۔ عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص نے اپنے والد سے کہا کہ دیکھو ہم نے اس شخص کو قتل کیا جس کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا تھا۔ ان کے والد نے کہا کہ کون شخص؟ انہوں نے کہا کہ عمارؓ۔ کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے بننے کے وقت فرماتے تھے جبکہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور عمارؓ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے، اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گزران کی طرف سے ہوا تو آپ نے فرمایا اے ابوالیقظان تم دو دو اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے تم دبلے ہو رہے ہو، آگاہ رہو کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا اور تم اہل جنت میں سے ہو گے۔ عمروؓ بن عاص نے کہا ہاں مجھے یاد ہے، پھر عمروؓ نے حضرت معاویہؓ سے اس کا ذکر کیا حضرت معاویہؓ نے کہا خاموش رہو، ہم نے ان کو کب قتل کیا ہے، ان کے قاتل تو وہی لوگ ہیں جو ان کو لائے اور جنہوں نے ان کو ہمارے نیزوں کے درمیان میں ڈال دیا اور امام احمدؒ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارؓ کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم دو اینٹیں اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہو تو آگاہ رہو عنقریب تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص سے جب یہ حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے حضرت معاویہؓ سے ذکر کیا، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ تم اس کہنے میں آتے ہو ان کو تو علیؓ اور ان کے اصحاب نے قتل کیا ہے جبکہ وہ ان کو لائے اور ہمارے نیزوں کے درمیان ڈال دیا یا کہا کہ ہماری تلواروں کے درمیان اور ایک کمزور سند سے مروی ہے کہ خزیمہؓ بن ثابت جنگ صفین میں اپنے ہتھیار ہاتھ میں نہ لیتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمارؓ شہید ہو گئے پس انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی، اور اس حدیث کو بیان کیا کہ حضرت معاویہؓ کے لشکر سے انہوں نے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے، نیز بسند صحیح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے کسی بات پر اس قدر افسوس نہیں کہ جس قدر افسوس اس امر کا ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر گروہ باغی سے قتال نہ کیا نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے حلف کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ معاویہؓ کا لشکر اگر

حضرت علیؓ کے لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دے دے تب بھی معاویہؓ کے ساتھیوں کو اس بات میں شک نہیں ہو سکتا کہ علیؓ مرتضیٰ ان کے امام ہیں اور حق پر ہیں اور ان کے مخالفین باطل پر ہیں اور بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمارؓ نے ''صفین'' کے دن ایک گھونٹ دودھ مانگا اور بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو خبر دی تھی کہ دنیا میں ان کا آخری شربت دودھ ہوگا۔ چنانچہ دودھ ان کے پاس لایا گیا اور انہوں نے اس کو پیا اور آگے بڑھے یہاں تک کہ مقتول ہوئے۔ حضرت معاویہؓ کے جھنڈے دیکھ کر انہوں نے کہا تھا کہ میں اس جھنڈے والے سے رسول ﷺ کے ہمراہ بھی قتال کر چکا ہوں یعنی قبل اس کے اسلام کے۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے پاس حضرت عمارؓ کے قتل کی بابت دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا، ہر ایک کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا ہے، یہ جھگڑا حضرت عمارؓ کا سامان لینے کے لیے تھا۔ عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص بھی وہاں موجود تھے انہوں نے ان دونوں آدمیوں سے کہا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ پس ان دونوں میں ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔ حضرت معاویہؓ نے عبداللہؓ بن عمرو سے کہا کہ جب ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ کیوں رہتے ہو۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا میرے والد نے ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ سے میری شکایت کی تھی تو حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو، جب تک زندہ رہو، اور ان کی نافرمانی نہ کر، پس اسی وجہ سے میں تمہارے ساتھ ہوں مگر میں لڑتا نہیں ہوں۔

نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے عمروؓ بن عاص سے کہا تھا کہ تم اپنے مجنون کو ہمارے یہاں سے الگ کر دو، وہ کیوں ہمارے ساتھ رہتا ہے۔ اس وقت حضرت عبداللہؓ نے یہ بات کہی تھی اور ابو یعلی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ حدیث معاویہؓ سے بیان کی تو حضرت معاویہؓ نے سے کہا کہ کیا تم بقسم کہہ سکتے ہو کہ ہم نے یا تم نے عمارؓ کو قتل کیا ہے، عمارؓ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو ان کو یہاں لائے۔

اور بسند صحیح مروی ہے کہ دو شخصوں نے حضرت عمروؓ بن عاص کے سامنے جھگڑا کیا

تو حضرت عمروؓ بن عاص نے ان سے یہ حدیث روایت کی تو ان سے کہا گیا کہ پھر آپ کیوں حضرت علیؓ سے لڑتے ہیں۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے کہا کہ نبی ﷺ نے تو یہ فرمایا تھا کہ عمارؓ کا قاتل اور عمارؓ کا لباس لینے والا دونوں دوزخی ہیں (یہ تھوڑی فرمایا تھا کہ علیؓ سے جنگ کرنے والا دوزخی ہے)

نیز بسند حسن مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے صفین کے دن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی اور بار بار یہ فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول سچا ہے ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول خدا ﷺ نے آپ سے خلافت کے متعلق کوئی وصیت کی تھی، حضرت علیؓ نے اعراض کیا، پوچھنے والے نے جب بہت اصرار کیا تو آپ نے بحلف کہا کہ وہی وصیت کی تھی جو سب کو کی تھی، مگر بات یہ ہوئی کہ لوگ عثمانؓ کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے حالات اور افعال عثمانؓ کے متعلق بنسبت میرے حالات اور افعال کے زیادہ خراب تھے۔ پھر شہادت عثمانؓ کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہوں اور میں نے اس کو حاصل کیا، اب خدا ہی جانے کہ ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی۔ اس قول میں غور کرو جو بسند صحیح حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ خدا جانے ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی باوجودیکہ وہ اس حدیث سے واقف تھے کہ عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور باوجودیکہ ان کو یہ علم تھا کہ معاویہؓ اور ان کا لشکر باغی ہے پھر بھی اپنی خلافت کو محتمل خطا جانتے تھے اور اس امر کی تصریح کرتے تھے کہ معاویہؓ کی تاویل سابق قطعی البطلان نہیں ہے بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ وہی حق ہو ورنہ حضرت علیؓ ایسا نہ کہتے۔

اگر کہو کہ حضرت علیؓ کا یہ قول از قبیل تواضع تھا اور کسی انسان کامل کا ایسی خطا کا اقرار کرنا جو اس میں نہ ہو محض بوجہ انکسار و تواضع کے ہوا کرتا ہے۔

تو میں جواب دوں گا کہ یہ صرف دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علیؓ کا یہ فرمانا بوجہ انکسار کے تھا حق یہ ہے کہ بوجہ انکسار بھی ہو سکتا ہے اور بوجہ اس کے بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاویہؓ کی احتمال صحیح ہو پس جب دونوں احتمال موجود ہیں اور کوئی قطعی

البطلان نہیں ہے تو حضرت علی اور حضرت معاویہؓ دونوں معذور سمجھے جائیں گے جیسا کہ اس کی تائید حضرت علیؓ کے قول سابق سے ہوتی ہے کہ میری طرف سے مقتول اور معاویہؓ کی طرف سے مقتول دونوں جنت میں ہیں لیکن چونکہ دلیل صریح حضرت علیؓ کی طرف سے تھی، لہٰذا وہی امام برحق تھے اور حضرت معاویہؓ ان کے مقابلے میں باغی تھے گو معذور ہوں۔ پس اس بات پر غور کرو اور اس کے یاد کرنے اور تحقیق کرنے کی طرف توجہ کرو تمہارے بہت سے شکوک اور خیالات دفع ہو جائیں گے، جن کی وجہ سے بہت سے لوگ مبتلائے خطا و گمراہی و انحراف از حق ہوتے رہتے ہیں۔

اگر تم کہو کہ حضرت معاویہؓ کی تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کو حکم دیا تھا کہ ہر بات میں اپنے والد کی اطاعت کرنا باوجود یکہ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ ان کے والد آئندہ چل کر حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو جائیں گے اور حضرت معاویہؓ ان کو حضرت علیؓ سے لڑنے کا حکم دیں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے مطلع کر دیا تھا جو آپ کے بعد آپ کی امت میں ہونے والی تھیں، اور تمام وہ امور آپ سے بیان کر دیے تھے جو آپ کے بعد آپ کے اصحاب سے صادر ہونے والے تھے، جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ حق پر تھے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہم پہلے عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ وہ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن عبداللہؓ کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے عبداللہؓ کو وہاں نہ پایا تو آپ نے ان سے پوچھا، ان کی والدہ نے کہا کہ وہ برابر روزہ رکھتے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے، اور شب بیدار رہتے ہیں کبھی نہیں سوتے، اور گوشت نہیں کھاتے، اور اپنی بی بی کا حق ادا نہیں کرتے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ عبداللہؓ جب آجائیں تو ان کو روک لینا، یہ فرما کر آپ باہر تشریف لے گئے اور پھر واپس آئے تو عبداللہؓ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ا ا، کہ ان سب باتوں سے منع کیا کہ یہ

خلاف سنت ہیں اور انہیں حکم دیا کہ کبھی روزہ رکھو اور کبھی ترک کردو، کچھ دیر شب کو جاگو اور کچھ دیر سور ہو، اور گوشت بھی کھاؤ اور اپنی بی بی کا بھی حق ادا کرو، پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم چند ناکس لوگوں کے ساتھ رہ جاؤ گے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان فراموش کردیے ہوں گے اور وہ باہم اختلاف کریں گے، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے لیے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا جو چیز تم جائز سمجھو اس کو کرو جو ناجائز سمجھو اس کو ترک کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، پھر حضرت نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ٹہلتے ٹہلتے ان کے والد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا ہاتھ ان کے والد کے ہاتھ میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اپنے والد کی اطاعت کرو، پھر جب ''صفین'' کا دن آیا تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ چلو اور لڑو، انہوں نے کہا کہ اے باپ آپ مجھ کو حکم دیتے ہیں کہ میں جا کر لڑوں، حالانکہ آپ سن چکے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مجھے کیا نصیحت کررہے تھے، ان کے والد نے کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نصیحت کیا یہ نہ تھی کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرنا لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم چلو اور معاویہؓ کی طرف سے لڑو، چنانچہ یہ اپنی تلوار اٹھا کر چلے، یہ عبداللہؓ کی حدیث خلاصہ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے ابن حبانؒ نے تو اس کی توثیق کی ہے مگر ابو حاتمؒ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ابو حاتمؒ ابن حبانؒ سے زیادہ ماہر حدیث ہیں بلکہ ابن حبانؒ توثیق میں (غیر محتاط) کے ساتھ مشہور ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے۔

اگر اس حدیث کی صحت کو تسلیم کرلیا جائے تو تب بھی عبداللہؓ کی اطاعت اپنے والد کے حکم کی بحیثیت ابوت کے ہوگی، نہ بحیثیت اس کے کہ حضرت معاویہؓ امام برحق تھے، انتہائی بات یہ ہے کہ عمروؓ بن عاص کا حکم اپنے بیٹے کے حق میں خلاف نہ ہوگا، اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہوگی اور وجہ خلاف نہ ہونے کی یہ ہوگی کہ وہ مجتہد تھے اور ان کا ایک

اجتہاد یہ بھی تھا کہ معاویہؓ حق پر ہیں یہی بات اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، نہ جو سائل کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہؓ کو ''ان کے والد کی اطاعت کا حکم دیا۔ یہ حکم حضرت معاویہؓ کی طرف سے لڑنے کو بھی شامل ہے تا کہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ حضرت معاویہؓ حق پر تھے۔

اس حدیث کے آخری مضمون پر دلالت نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ عبداللہؓ پر اپنے والد کی اطاعت صرف انہیں امور میں واجب تھی جواز روئے ان کے اجتہاد کے خلاف نہ ہوں، اس سے زیادہ اس حدیث سے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔

پانچواں اعتراض

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارؓ بن یاسرؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور لوگ تمہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کے حق میں فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور لوگ تم کو دوزخ کی طرف بلائیں گے، اس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے جن لوگوں کو عمارؓ نے جنت کی طرف بلایا تھا وہ حضرت معاویہؓ کا گروہ تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ وہ دوزخ کی طرف بلائیں گے، اس امر کی دلیل صریح ہے کہ وہ گمراہی پر ہونگے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات اس وقت ثابت ہو گی جبکہ حدیث کو صحیح مان لیا جائے اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو مگر جبکہ حدیث ہی صحیح نہ ہو تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور ابن حبانؒ کا صحیح کہنا اور لوگوں کے ضعیف کہنے کو رد نہیں کر سکتا۔ خصوصاً اس حال میں کہ ابن حبانؒ صحیح کہنے میں ست (غیر محتاط) مشہور ہیں۔

اچھا۔ صحت اس کی تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ دوزخ کی طرف بلانے والے حضرت معاویہؓ کے لشکر کے وہ لوگ ہوں جو مجتہد نہ تھے ایسے لوگوں کا

یہ کہنا کہ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت معاویہؓ کی طرف ہو جاؤ نا جائز تھا لہٰذا وہی لوگ دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔

چھٹا اعتراض

حضرت معاویہؓ نے امام برحقؓ کے خلاف خروج کیا

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ پر خروج کیا اور ان سے لڑے باوجودیکہ حضرت علیؓ امام برحق تھے، باجماع حل وعقد اور افضل واعدل واعلم تھے۔ بنص حدیث حسن، وہ حدیث یہ ہے کہ انا مدينة العلم وعلى بابها یہ حدیث بوجہ کثرت طرق کے حسن ہوگئی۔ جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے اور جو اس کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔ ائمہ محدثینؒ نے کہا ہے کہ صحابہؓ میں سے کسی کے فضائل ومناقب اس قدر وارد نہیں ہوئے جس قدر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے وارد ہوئے اور سبب اس کا یہ تھا کہ حضرت علیؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کے دشمن بہت ہو گئے اور افترا پردازوں نے ان کے معائب اور مثالب بہت گڑھے اور ان کے بعد والوں کو بھی یہ دشمنی میراث میں ملی، اس وجہ سے ائمہ محدثینؒ نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ باطل کو رد کریں اور حضرت علیؓ کے فضائل کی جس قدر حدیثیں ان کو پہنچی ہیں انکا اعلان کریں پس ہر شخص نے جس قدر حدیثیں فضائل و مناقب حضرت علیؓ کی اس کے پاس تھیں بیان کرنا شروع کردیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہؓ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے تو البتہ اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویل محتمل کی بنا پر یہ کام کیا تھا۔ خود حضرت علیؓ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجتہد تھے۔ غایت یہ ہے کہ وہ مجتہد مخطی تھے، بہر حال وہ مستحق ثواب ہیں نہ گنہگار، اس کے علاوہ اس کے حضرت معاویہؓ کی تخصیص ایک صریح ناانصافی ہے کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہؓ وتابعینؒ اس میں

ان کے موافق ہیں جیسا کہ سیر وتواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت معاویہؓ سے پہلے حضرت علیؓ مرتضیٰ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے جو حضرت معاویہؓ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، مثل ام المومنین عائشہؓ اور زبیرؓ اور ان کے ساتھ والے صحابہؓ یہ سب لوگ واقعہ جمل میں حضرت علیؓ سے لڑے یہاں تک کہ حضرت طلحہؓ شہید ہو گئے اور حضرت زبیرؓ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیے گئے۔

اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ حضرت علیؓ نے وارثان حضرت عثمانؓ کو قاتلان حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے سے روک دیا تھا، یہی تاویل حضرت معاویہؓ کی بھی تھی، پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہؓ نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علیؓ سے لڑنا جاء سمجھ لیا تھا۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ اور ان کے صحابہؓ نے بھی ان کا قتل جائز سمجھ لیا تھا اور باوجودیکہ وہ حضرت علیؓ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے، حضرت علیؓ نے ان کی طرف سے عذر خواہی کی بوجہ اس کے کہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی، اس کو ابن ابی شیبہؒ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں کہ حضرت علیؓ سے جنگ جمل میں پوچھا گیا کہ اہل جمل جو آپ سے لڑے کیا مشرک ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ شرک سے تو وہ بھاگے تھے۔ پوچھا گیا پھر کیا منافق ہیں، فرمایا کہ منافق اللہ کی بات بہت کم کرتے ہیں، پوچھا گیا پھر وہ کیا ہیں۔ فرمایا کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے، حضرت علیؓ نے ان کو اپنا بھائی کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمال اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علیؓ سے لڑنے میں معذور تھے، حضرت علیؓ نے طلحہ اور زبیرؓ سے بھی واقعہ جمل میں فرمایا تھا کہ تم مجھ سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم خون عثمانؓ کے طالب ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عثمانؓ کا خون میرے پاس نہیں ہے۔

عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب فتنہ واقع ہوا تو اس کے بعد تمام صحابہؓ جو بہت تھے اور ان میں اصحابؓ بدر بھی تھے، اس بات پر متفق ہو گئے

کہ جس قدر خونریزی بر بنائے تاویل قرآن ہوئی ہے وہ سب معاف ہے، اور جس قدر مال کی ہلاکت بر بنائے تاویل قرآن ہوئی ہے اس کا ضمان نہیں ہے اور جس قدر شرم گاہیں بر بنائے تاویل قرآن حلال سمجھی گئیں ان میں حد نہیں ہے، مگر اب جس قدر چیزیں موجود ہیں وہ ان کے مالکوں کو واپس دی جائیں اور ابن ابی شیبہؒ اور سعیدؒ بن منصور نے اور بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے واقعہ جمل میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو اور کسی زخمی پر حملہ نہ کرو جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ اعلان کروادیا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے اور کوئی قیدی چھوڑا نہ جائے اور جو شخص دروازہ بند کرے اسے امن مل جائے گا اور جو شخص اپنا ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے گا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ کوئی سامنے آنے والا قتل نہ کیا جائے، ہاں اگر وہ حملہ کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے بشرطیکہ بغیر قتل کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو اور کسی بھاگنے والا کا پیچھا نہ کیا جائے اور کوئی شرم گاہ حلال نہ سمجھی جائے اور کوئی دروازہ نہ کھولا جائے اور کسی کا مال حلال نہ سمجھا جائے اور ابن منیعؒ نے اور حرثؒ بن ابی اسامہ اور بزارؒ اور حاکمؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ خدا کا حکم ان لوگوں کی بابت جو اس امت کے باقی رہ گئے کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب واقف ہے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ حکم ہے کہ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، قیدی قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، غنیمت کو پوشیدہ نہ کیا جائے اور ''امام احمدؒ'' اور ''نسائیؒ'' اور ''طبرانیؒ'' اور ''بیہقیؒ'' نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے خوارج حروریہ سے جو حضرت علیؓ سے لڑے تھے اور بہت سے اعتراضات انہوں نے حضرت علیؓ پر کئے تھے۔ منجملہ ان کے ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے قیدیوں کو لونڈی غلام نہ بنایا اور مال غنیمت کو نہ حاصل کیا، یہ کہا کہ کیا تم اپنی ماں عائشہؓ کو لونڈی بناتے۔ واقعہ جمل میں وہی تو سردار تھیں اور جنگ جمل انہیں کے حکم سے ہوئی تھی، کیا تم ان کے ساتھ بھی (معاذ اللہ) وہ

باتیں کر سکتے تھے جو کسی اور عورت سے کر سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو یقیناً کافر ہو جاؤ گے اور اگر تم کہو کہ وہ ہماری ماں نہ تھیں تب بھی یقیناً تم کافر ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجه امھاتھم یعنی نبی ﷺ سب مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ حقدار ہیں، اور ان کی بیبیاں سب مسلمانوں کی ماں ہیں۔ اب اس وقت تم دو گمراہیوں میں ہو۔ پس ان میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔

پس اے صاحب توفیق رسول اللہ ﷺ کے احکام کو جو باغیوں کے متعلق ہیں اور خود حضرت علیؓ کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباسؓ نے جو کچھ بیان کیا اس پر غور کر، تجھے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات بالکل صریح ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علیؓ سے لڑے وہ سب مسلمان اور وہ اپنے مرتبہ کمال پر باقی تھے اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علیؓ سے لڑنے پر راغب کیا اس میں وہ معذور تھے اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا گناہ یا ان کے رتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علیؓ بعد لڑائی ختم ہونے کے ضرور ان پر عتاب کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علیؓ نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح و منت کے ساتھ پیش آئے۔

علیؓ اقرب الی الحق تھے:

نیز حضرت معاویہؓ کی تعریف میں وہ حدیث صحیح ہے جو آئندہ حضرت علیؓ سے حالات خوارج کے متعلق منقول ہوگی، اس حدیث میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم بنسبت ان کے حق سے زیادہ قریب ہو گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ کا گروہ بھی حق سے قریب تھا (ہاں زیادہ قریب نہ تھا) پس اب ان پر حضرت علیؓ سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی، اگرچہ وہ لوگ باغی تھے بوجہ اس کے وہ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے۔ یہ روایت اس

بات کو صاف ظاہر کر رہی ہے، علاوہ اس کے عنقریب بیان ہوگا کہ جب حضرت حسنؓ نے ترک خلافت کر دی تو حضرت معاویہؓ نے خوارج سے لڑنے کا بڑا اہتمام کیا، لہٰذا وہ بھی اس قول میں مخاطب ہو گئے کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے، اس حال میں کہ تم حق کی طرف قریب تر ہو گے مگر یہ مرتبہ حضرت معاویہؓ کو بعد شہادت حضرت علیؓ اور معزولی امام حسنؓ کے حاصل ہوا اور کچھ شک نہیں کہ وہ اس وقت امام برحق ہو گئے۔ باقی رہا روافض کا یہ کہنا کہ جو حضرت علیؓ سے لڑا وہ کافر ہے، ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں لہٰذا وہ ہرگز قابل خطاب اور لائق جواب نہیں کیونکہ یہ لوگ معاند اور حق کے مخالف ہیں بلکہ ان کے حق میں نافع قتل اور جلائے وطن ہے۔ کسی دلیل سے ان کی تسکین ہی نہیں ہوتی ان کا ہدایت پانا محالات سے ہے۔

حسنؓ دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کا ذریعہ:

آنحضرت ﷺ کی بہت سی حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حسنؓ کی تعریف فرمائی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کمال اسلام پر قائم تھے اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اس میں وہ معذور تھے۔ گو امام برحق حضرت علیؓ ہیں۔ جمل و صفین والے حضرت علیؓ سے محض اس وجہ سے لڑے تھے کہ ان کو یہ خیال تھا کہ حضرت علیؓ نے قاتلان عثمانؓ سے قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؓ اس سے بری تھے، باوجود اس کے پھر بھی حضرت علیؓ نے ان کو معذور سمجھا، بوجہ اس کے کہ حضرت علیؓ جانتے تھے کہ یہ لوگ امام ہیں فقیہ ہیں اور آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے کہ جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہو تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اس سے غلطی ہو جائے تو صرف ایک ہی ثواب ملے گا۔ پس حضرت علیؓ مجتہد غیر خاطی تھے۔ لہٰذا ان کو دوگنا بلکہ دس گنا ثواب ملے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے اور حضرت علیؓ سے

لڑنے والے مثل عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ اور عمروؓ بن عاص اور ان صحابہ رضوان اللہ علیہم کے جو ان کے ہمراہ تھے جن میں اہل بدر بھی شامل تھے مجتہد خاطی تھے، لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا، وہ لوگ حضرت علیؓ کے مقابلے میں باغی تھے، مگر بغاوت کوئی مذمت نہیں ہے جیسا کہ اوپر کئی بار بیان ہو چکا، پھر امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے باغیوں کے احکام حضرت علیؓ کے لڑنے والوں کے حالات سے سیکھے امام شافعیؒ نے ان لوگوں کو باغی کہا مگر یہ کوئی نقص نہیں ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے۔ اس سبب سے کہ وہ معذور تھے کیونکہ مجتہد دلیل کا پابند ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مبسوط طریقہ سے بیان ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ سے وہ مستحق ثواب سمجھے گئے، گو خطا پر تھے، اسی پر علماء معتبرین کا اجماع ہے۔

ایک اور اعتراض:

اگر کہو کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کے قتل کرنے والے حضرت معاویہؓ کے لشکر والے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہؓ ہی کے لشکر والے باغی تھے۔

ہمارا جواب: ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اوپر بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اور جو باغی کہ مجتہد ہوں اور ان کی تاویل قطعی البطلان نہ ہو، وہ گنہگار نہیں ہوتے بلکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں۔ گو ان کی تاویل فاسد ہو، یہ بھی سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے اس حدیث سے اپنے والد کے سامنے اور حضرت معاویہؓ نے اس حدیث کی تاویل کی تھی اور کہا تھا کہ عمارؓ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو عمارؓ کو یہاں لائے، وہی لوگ ان کے قتل کا باعث ہوئے، انہوں نے قتل سے معنی مجازی مراد لئے ان کے نزدیک اس معنی مجازی کے قرائن قائم ہونگے۔ پس یہ ایک ایسی تاویل ہے کہ مجتہد اس کے ساتھ تمسک کرسکتا ہے، اگر چہ حق یہی ہے کہ یہ حدیث

بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عمارؓ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو مرتکب ان کے قتل کے ہوئے۔

حضرت معاویہؓ کی اس تاویل سے زیادہ قریب العقل حضرت عمروؓ بن عاص کی تاویل ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ عمارؓ کا قاتل دوزخ میں جائے گا۔ قاتل سے مراد وہی شخص ہے جس نے ارتکاب قتل کیا، یا قتل میں اعانت کی ہو اور خاص قاتل اور معین قتل کے دوزخی ہونے سے یہ نہیں لازم آتا کہ تمام گروہ ایسا ہی ہوا، ان میں باہم کھلا ہوا فرق ہے کیونکہ اور لوگ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے اور قاتل اور معین قتل مجتہد نہ تھے، لہٰذا ان کی تاویل قابل التفات نہیں ہے، یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہ شخص حضرت عمارؓ کے قتل کے مدعی تھے اور دونوں باہم جھگڑا کر رہے تھے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نے یہ حدیث ان کے سامنے بیان کی تو ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔

جب حضرت عبداللہؓ نے بوجہ اس کے کہ رفقہائے صحابہؓ اور زہاد وعباد میں سے تھے، حضرت معاویہؓ کی تاویل اور اپنے والد کی تاویل قبول کرنے میں تامل کیا اور برملا حضرت معاویہؓ کو اور ان کے ساتھیوں کو باغی کہا تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ پھر تم کیوں ہمارے ساتھ ہو، انہوں نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر لڑتا نہیں ہوں (وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ) میرے والد نے رسول اللہ ﷺ سے میری شکایت کی تھی تو حضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک وہ زندہ رہیں پس ان کے حکم سے میں آپ کے ساتھ ہوں اس کی پوری بحث اوپر گزر چکی ہے۔

جو شخص حضرت معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن عاص کی دقت نظر کو بغور ملاحظہ کرے گا اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ افعال، یہ لڑائیاں جوان لوگوں سے صادر ہوئیں بہت کچھ بحث ومباحثہ کے بعد ہوئیں اور اپنے نزدیک انہوں نے امر حق اختیار کیا، اسی وجہ سے ان تمام باتوں میں ائمہؒ مسلمین نے سلف سے خلف تک ان کو معذور سمجھا، خود حضرت علیؓ

نے بھی ان کو معذور سمجھا پس اب کسی مسلمان کو ان دونوں گروہوں میں سے ایک پر بھی طعن کرنے کی گنجائش نہ رہی، بلکہ ہر مسلمان پر ضروری ہو گیا کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ حضرت علیؓ امام برحق ہیں اور ان سے لڑنے والے باغی ہیں اور دونوں معذور ہیں، مستحق ثواب ہیں جو اس میں شک کرے وہ گمراہ ہے جاہل ہے یا معاند ہے لہٰذا اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

حضرت معاویہؓ کا معذور ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ خود انہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہر گناہ کی بابت امید ہے کہ اللہ اسے بخش دے، سوا اس گناہ کے کہ آدمی بحالت کفر مر جائے یا کسی مومن کو عمداً قتل کر دے، پس باوجود اس حدیث سے واقف ہونے کے اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ جن مسلمانوں کو قتل کر رہا ہوں حق پر قتل کر رہا ہوں تو یقیناً وہ ان کو قتل نہ کرتے، ایک شخص خود ہی ایک حدیث روایت کرے اور پھر خود ہی اس کے خلاف کام کرے، سوا جاہل مغرور کے یہ کام اور کس سے ہوگا اور حاشا ثم حاشا کہ حضرت معاویہؓ رسول خدا ﷺ کے صحابی اور آپ کے کاتب وحی جن کے لیے رسول خدا ﷺ نے دعا کی کہ وہ ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے ہوں اور اللہ ان کو حساب و کتاب کی تعلیم کرے اور ان کو عذاب سے بچائے اور وہ معاویہؓ جن کے عالم و فقیہ و مجتہد ہونے پر اتفاق ہے ایسے جاہل مغرور ہوں۔

اگر کہو کہ یہ حدیث تو معتزلہ اور خوارج کی دلیل ہے کہ گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے بغیر توبہ کیے ہوئے مر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

تو میں جواب دوں گا کہ کہ اس حدیث میں ان کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدًا فیھا یعنی جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، پس جس طرح آیت کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص قتل مومن کو جائز سمجھ لے اس کی یہ سزا

ہے بدلیل اس کے کہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ شرک کے سوا اور جس گناہ کو اللہ چاہے بخش دے نیز فرمایا کہ اللہ بخش دیتا ہے سب گناہوں کو پس اسی طرح اس حدیث میں بھی تاویل کی جائے گی۔

اس مقام پر بہت سے گمراہ فرقے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کئے مر جائے تو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے، گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ معتزلہ اور خوارج ہیں۔ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ جو مومن بحالت فسق مرا خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر، اور فرقہ مرجیہ اس بات کا قائل ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچاتا جس طرح کفر کے ساتھ کوئی عبادت نفع نہیں دیتی۔ اس فرقہ کا تمسک اس آیت سے ہے ان اللّٰہ یغفر الذنوب جمیعًا یعنی اللہ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں کیونکہ دوسری آیتوں سے اس آیت کے مطلب کی توضیح ہو گئی ہے، احادیث سے بلکہ اجماع سے جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اس امت کے کچھ گنہگار دوزخ میں ضرور داخل ہوں گے پھر ان کے لیے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت ہوگی اور وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

ساتواں اعتراض

حضرت معاویہؓ اور ان کے اصحاب ناکثین، قاسطین اور مارقین تھے

بطرق متعددہ مروی ہے کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے لڑنے کی وصیت کی تھی اور یہ تینوں وصف حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں میں موجود تھے اور یہ بات حضرت معاویہؓ کے لیے سخت نقص ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث واقعہ صفین کے پہلے فائدہ میں مذکور ہوگی اور وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل کی جائے

گی، لہٰذا اس مقام کو دیکھو۔

یہاں قابل غور ایک بات یہ بھی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور ان کے ساتھیوں سے لڑے، جن میں بہت سے صحابہؓ تھے اور خوارج سے بھی لڑے اور حضرت معاویہؓ سے بھی لڑے لہٰذا اس حدیث کو صرف حضرت معاویہؓ پر محمول کرنا سخت ناانصافی ہے بلکہ جس قدر لوگوں سے حضرت علیؓ لڑے سب پر یہ حدیث محمول ہو سکتی ہے، اور ان الفاظ کی تاویل ممکن ہے چنانچہ میں اسی فائدہ کے شروع میں بیان کروں گا، اس کو غور کرنا اور خیال میں رکھنا کیونکہ وہ ایک عمدہ بات ہے۔

تنبیہ: حضرت علیؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کے خلاف قتال کیوں نہ کیا؟

اہل سنت کی ایک عمدہ دلیل اس موقع پر یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جو اپنے مخالفین یعنی اہل جمل و خوارج و اہل صفین سے قتال کیا باوجودیکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور حضرت ابوبکرؓ سے اور ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ کیا تھا نہ لڑے حالانکہ ان لوگوں نے حضرت علیؓ سے مشورہ بھی نہ لیا تھا، باوجودیکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اور شجاع اور عالم اور صاحب مناقب تھے، اسی طرح حضرت عمرؓ سے بھی نہ لڑے، ان کو حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ کیا تھا نیز اہل شوریٰ خاص کر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے بھی نہ لڑے، جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ نامزد کیا تھا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کوئی یقینی کیا معنی ظنی روایت بھی اس قسم کی نہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو صراحتاً یا اشارۃً خلیفہ کر دیا تھا، ورنہ کسی مسلمان کے نزدیک حضرت علیؓ کا یہ سکوت جس پر ایسے مفاسد مرتب ہوئے کہ اب ان کا تدارک نہیں ہو سکتا، جائز نہ ہوگا کیونکہ جب وہ خلیفہ منصوص تھے، باوجود اس کے انہوں نے دوسرے کو خلیفہ ہو جانے کا موقع دیا حالانکہ اس کی خلافت باطل تھی، اور اس کے تمام احکام باطل تھے تو اس کا گناہ حضرت علیؓ پر ہوگا۔

شیعوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ اس وجہ سے خاموش تھے کہ وہ بالکل مغلوب تھے۔ یہ باطل ہے اس لیے کہ وہ زبان سے ضرور امر حق کو ظاہر کر سکتے تھے اور اس گناہ سے

بری الذمہ ہو سکتے تھے اگر وہ کہہ دیتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کر دیا ہے اگر تم لوگ خلافت میرے حوالہ کرو تو بہتر ورنہ میں صبر کروں گا یقیناً کوئی صحابیؓ ان کو ملامت نہ کرتا اگر چہ وہ سب سے کمزور ہی کیوں نہ رہے ہوں مگر جب کہ انہوں نے ایسا نہ کہا تو ان کا یہ سکوت اس بات کو صاف ظاہر کر رہا ہے کہ ان کو نہ کوئی حکم خلافت کا ملا تھا، نہ خلافت کے کسی کام کے متعلق ان کو وصیت ہوئی تھی۔ پس ان کے مغلوب ہونے کا دعویٰ باطل ہو گیا۔

یہ دعویٰ حضرت علیؓ کی مغلوبیت کا اس سے بھی باطل ہوتا ہے کہ اگر ان کے پاس اس کے متعلق کوئی حکم ہوتا اور وہ طلب خلافت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تو ان کے مقابلے میں کوئی شخص نہ ٹھہرتا بلکہ وہ تنہا یا اپنی قوم بنی ہاشم کے ساتھ مل کر جن کی تعداد اور شجاعت بہت بڑھی ہوئی تھی اپنا حق لے لینے پر اور جو شخص ان سے مزاحمت کرے اس کے قتل کرنے پر خواہ وہ کوئی ہو قادر تھے، خصوصاً اس حالت میں کہ ابوسفیانؓ رئیس قریش نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں، مگر حضرت علیؓ نے بہت سختی سے انکار کیا۔

بعض اکابر روافض جو اس بات کے قائل تھے کہ حضرت علیؓ کو خلافت کی وصیت تھی اور یہ وصیت حضرت علیؓ کو معلوم بھی تھی اور حضرت علیؓ نے جو اپنے لیے حصول خلافت کی کوشش نہ کی اس میں کوئی بھی عذر ان کے پاس نہ تھا۔ لہٰذا وہ حضرت علیؓ کی تکفیر کے قائل ہو گئے۔ معاذ اللہ منہ۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے باوجود قدرت کے حق کو ترک کر دیا۔

حضرت علیؓ نے کبھی نہیں کہا کہ مجھے خلافت کی وصیت کی گئی ہے، اسی سے تم کو معلوم ہو سکتا ہے کہ شیعوں کے افترا و بہتان کی کیا حالت ہے، وہ جو کہتے ہیں کہ یہ وصیت احادیث میں مروی ہے یہ سب زور و بہتان ہے۔ اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کے لیے ان لوگوں نے گڑھ لیا ہے، لہٰذا ایسی حدیثوں کی نہ روایت جائز ہے نہ سننا درست ہے، ہاں بہت سی روایتوں میں ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جو حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں حتیٰ کہ اس قسم کی حدیثیں خود حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔

خلافت راشدہ کی نبوی ترتیب:

منجملہ ان کے وہ حدیث ہے جو حضرت علیؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے جنگ جمل میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خلافت کے بارے میں کوئی حکم ہم کو نہیں دیا کہ ہم اس پر عمل کرتے بلکہ یہ ہمارا اجتہاد تھا، اور اسی اجتہاد سے لوگ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے بہت ٹھیک کام کئے اور ایک روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے موافق سنت رسول خدا ﷺ کے کام کئے اور انہیں کی روش پر چلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی، پھر عمرؓ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے بھی ویسے ہی کام کئے جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کرتے تھے، اور انہیں کی روش پر چلتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی اور ایک دوسری روایت میں ہے جو بہت سندوں سے مروی ہے، اور ان میں ایک سند صحیح ہے کہ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد کون شخص خلیفہ بنایا جائے گا، حضرت نے فرمایا اگر تم لوگ ابوبکرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں تم امین اور دنیا کی طرف سے بے رغبت اور آخرت کا طالب پاؤ گے، اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں قوی اور امین پاؤ گے، خدا کی راہ میں ان کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہ کرے گی اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے مگر میرا خیال نہیں ہے کہ تم ان کو خلیفہ بناؤ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے، وہ تم کو راہ راست پر چلائیں گے۔ پس اس حدیث کو غور سے دیکھو اس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ جس ترتیب خلافت پر صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا ہے وہ حق تھی، اور جو شخص ان خلافتوں کے حق ہونے میں تامل کرے چہ جائیکہ ان پر طعن کرنا، تو اس سبب محض اس کا فریب و عناد ہے، اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ اور اس پر اعتراض نہ کرنا، صریح اجازت اس بات کی ہے کہ جس بات پر صحابہؓ کا اجتہاد متفق ہو جائے، اسی پر عمل کرنا چاہئے، علاوہ اس کے زمانہ مرض وفات میں آنحضرت ﷺ کا ابوبکر صدیقؓ کو امام نماز کر دینا، روشن دلیل ان کی خلافت کی ہے۔

جیسا کہ خود حضرت علیؓ نے اکثر روایات میں اس واقعہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ

کی تقدیم خلافت اور افضلیت پر استدلال کیا ہے، اس لیے بہت سے علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت منصوص ہے نیز ایک ضعیف روایت میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلیفہ نہ کرنے میں اپنا یہ عذر بیان فرمایا کہ اگر میں کسی خاص شخص کو خلیفہ کردوں اور لوگ اس کی اطاعت نہ کریں گے تو ان پر عذاب نازل ہو جائے گا، اور ایک روایت میں بسند صحیح مروی ہے صرف اس کے ایک راوی کا نام معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو آپ نے ایک پتھر اٹھا کر رکھ دیا پھر ابوبکرؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر عمرؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر عثمانؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔ آنحضرت ﷺ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت اسی طرح ہوگی اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے مسجد شریف کی بنیاد ڈالی، تو آپ ﷺ نے ایک پتھر بنیاد پر رکھا اور فرمایا کہ میرے پتھر کے برابر ابوبکرؓ ایک پتھر رکھ دیں پھر ان کے پتھر کے برابر عمرؓ ایک پتھر رکھ دیں، پھر ان کے پتھر کے برابر عثمانؓ ایک پتھر رکھ دیں بعد اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے جس کی بعض سندیں موضوع اور بعض سندیں صحیح ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو دروازہ پر معین کر دیا، اتنے میں ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے انسؓ دروازہ کھولو اور ان کو جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت دو، حضرت انسؓ نے ایسا ہی کیا، بعد اس کے عمرؓ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، حضرت ﷺ نے ان کے لیے بھی ایسا ہی فرمایا اور فرمایا کہ ابوبکرؓ کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو، پھر عثمانؓ آئے ان کے لیے بھی حضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا اور فرمایا عمرؓ کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو، اور خبر دو کہ وہ قتل کئے جائیں گے اور حضرت ابن عمرؓ سے بسند صحیح مروی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم یہ تینوں خلیفہ ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا سب سے زیادہ خلافت کو سزاوار

کون ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ۔ لوگوں نے پوچھا پھر کون فرمایا عمرؓ۔ لوگوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عثمانؓ۔ مگر اس روایت کی سند میں ایک راوی کذاب ہے لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے اور ایک روایت میں بواسطہ واقدی کے منقول ہے مگر حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے جس کو میں نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ نے حراش بن امیہ سے کچھ وعدہ کیا، حراش نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں، مراد ان کی یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو جائے تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کے پاس جانا، انہوں نے پوچھا اگر ان کو بھی نہ پاؤں فرمایا کہ عمرؓ کے پاس جانا۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر ان کو بھی نہ پاؤں تو فرمایا عثمانؓ کے پاس جانا اور انہوں نے پوچھا کہ اگر ان کو بھی نہ پاؤں تو حضرت ﷺ نے سکوت کیا یہاں تک کہ انہوں نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ پوچھا اور حضرت ﷺ نے سکوت کیا۔ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ فضل خدا کا ہے کہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور ایک روایت میں ہے مگر حافظ مذکور نے ان کی بابت بھی کہا ہے کہ اس کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد قبا کے سامنے اپنی لاٹھی سے ایک خط کھینچا، بعد اس کے اس پر ایک پتھر رکھ دیا، پھر ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ تم اس کے پہلو میں ایک پتھر رکھ دو پھر عمرؓ کو حکم دیا پھر عثمانؓ کو حکم دیا کہ اس کے پہلو میں ایک پتھر رکھ دو، بعد اس کے آپ ﷺ نے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ ہر شخص اپنا پتھر جہاں چاہے اس خط پر رکھ دے۔

ایک اور صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نے اپنا خواب نبی ﷺ سے بیان کیا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اور آپ ﷺ اور ابوبکرؓ اس میں تولے گئے آپ کا پلہ بھاری رہا پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ تولے گئے ابوبکرؓ کا پلہ بھاری رہا۔ پھر عثمانؓ اور عمرؓ تولے گئے، عمرؓ کا پلہ بھاری رہا بعد اس کے وہ ترازو اٹھالی گئی، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ خلافت نبوت ہے اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔ نیز ایک صحیح روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے، ان میں سے ابوبکرؓ صدیق ہیں وہ میرے بعد تھوڑے ہی دن رہیں گے، اور عمرؓ ہیں وہ عمدہ زندگی پائیں گے اور شہید ہو

کر مریں گے، بعد اس کے آپ نے فرمایا اے عثمانؓ اگر اللہ تم کو کوئی لباس عنایت کرے اور لوگ تم سے اس لباس کو اتارنا چاہیں تو تم ہرگز نہ اتارنا، خدا کی قسم اگر تم اتار دو گے تو جنت کو کبھی نہ دیکھو گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جائے۔

ایک اور ضعیف روایت میں ہے جس کی ابن حبانؒ نے توثیق کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے واذا سر النبی الی بعض ازواجه حدیثا یعنی جب نبی ﷺ نے اپنی کسی بی بی سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی، کی تفسیر میں مروی ہے کہ وہ بات یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ام المومنین حفصہؓ سے بیان کیا کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ خلیفہ ہوں گے۔

اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ میں اپنی زکوٰۃ آپ کے بعد کس کو دوں؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو، اس نے پوچھا پھر کس کو، آپ نے فرمایا عمرؓ کو، اس نے پوچھا پھر کس کو، آپ نے فرمایا عثمانؓ کو۔ اس نے پوچھا پھر کس کو؟ آپ نے فرمایا پھر اپنی رائے سے کسی کو تجویز کر لینا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص سے کہا کہ خلیفہ کی بابت نبی ﷺ سے پوچھ۔ چنانچہ اس نے پوچھا، حضرت نے فرمایا ابوبکرؓ۔ حضرت علیؓ نے کہا پوچھو پھر کون حضرت ﷺ نے فرمایا عمرؓ۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ پوچھو کہ پھر کون چنانچہ اس نے پوچھا حضرت نے فرمایا جب عمرؓ مر جائیں گے تو اگر تم سے ہو سکے تو تم بھی مر جانا اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند کنکریاں ہاتھ میں لیں وہ کنکریاں آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں پھر آپ نے وہ کنکریاں ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دیں۔ ابوبکرؓ کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی۔ پھر آپ نے عمرؓ کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی پھر آپ نے وہ کنکریاں عثمانؓ کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھی پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں جا کر وہ کنکریاں گنگ ہو گئیں۔ زہریؒ سے مروی ہے کہ یہ واقعہ خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

اور نیز بسند صحیح مروی ہے کہ زیدؓ بن حارثہ کی وفات دفعةً ہوگئی، ایک چادر ان کے جسم پر ڈال دی گئی تھی، لوگوں نے مغرب وعشاء کے درمیان میں ایک آواز چادر کے نیچے سے سنی جس کو لوگوں نے کچھ سمجھا نہیں، بعد اس کے ان کے منہ اور سینہ سے یہ آواز کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی پھر آواز آئی کہ ابوبکرؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور ان کی مدح کی۔ پھر آواز آئی کہ عمرؓ امیر المومنین ہیں اور ان کی مدح کی۔ اس کے بعد آواز آئی کہ عثمانؓ امیر المومنین ہیں اور ان کی مدح کی اور ہر بار ان کی زبان سے آواز آتی تھی کہ سچ کہا اور ایک ایسی سند سے جس کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ اس کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا، مروی ہے کہ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ بیمار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو امام کر دیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان کو امام نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو امام کیا ہے۔

نیز ایک ایسی ہی سند سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس دواۃ اور شانے کی ہڈی لاویں ایک تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ آپ نے ہماری طرف سے پیٹھ پھیر لی بعد اس کے پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ اور مسلمان سوا ابوبکرؓ کے اور کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ اور نیز بسند ضعیف وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) انصار میں صلح کرا کر لوٹے تو آپ نے دیکھا کہ ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ پس آپ نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ لی اور ایک صحیح مگر منقطع روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفۃ اللہ کہا تو انہوں نے کہا کہ میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں، خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں اسی لقب سے خوش ہوں۔

نیز بسند صحیح وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اللہ عزوجل تم کو ایک لباس (یعنی لباس خلافت) پہنانے والا پس اگر منافق لوگ تم سے وہ لباس اتروانا چاہیں تو تم نہ اتارنا یہی آپ نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔ نیز بسند منقطع مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف سے کسی نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے حضرت علیؓ کو

چھوڑ کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، تو انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے ہم نے حضرت علیؓ سے بیعت کرنا چاہی تھی مگر ان سے ہم نے یہ شرط کی کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت ابوبکر و عمرؓ پر چلنا تو انہوں نے کہا ہاں جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔ بعد اس کے ہم نے حضرت عثمانؓ سے یہ شرط پیش کی تو انہوں نے بغیر کسی شرط کے اس کو منظور کر لیا لہٰذا انہیں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی نیز بسند حسن مروی ہے کہ حضرت علیؓ ایک مرتبہ مدینہ سے باہر بیمار ہو گئے تو لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ مدینہ چلے چلیے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ مر جائیں اور نعش مدینہ لے جانے میں دقت ہو، تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے نبی ﷺ فرما گئے کہ تم جب تک خلیفہ نہ ہو گے نہ مرو گے، پھر تمہاری یہ داڑھی خون میں رنگین ہو گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کو لعین عبدالرحمان بن ملجم خارجی نے شہید کیا۔ نیز بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔ ابن مسعودؓ نے عرض کیا کہ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کس کو؟ انہوں نے کہا ابوبکرؓ کو، آپ نے سکوت کیا، پھر عمرؓ کے بارے میں کہا آپ نے سکوت کی، پھر علیؓ کے بارے میں کہا تو آپ نے بقسم فرمایا کہ اگر لوگ علیؓ کی اطاعت کریں تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

آٹھواں اعتراض

عمروؓ بن العاص اور معاویہؓ کا اتحاد غدر کے لیے ہوگا

روایت ہے کہ شدادؓ بن اوس حضرت معاویہؓ کے پاس گئے۔ اس وقت عمروؓ بن عاص ان کے پاس انہیں کے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ شداد جا کر ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ دونوں کے درمیان میں کیوں بیٹھ گیا، وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جب تم معاویہؓ اور عمروؓ کو ایک جگہ دیکھو تو ان کے درمیان میں فرق کر دو کیونکہ وہ دونوں غدر ہی کے لیے یکجا ہوں گے

لہٰذا میں نے چاہا کہ آپ دونوں کے درمیان میں تفریق کر دوں۔ اس روایت سے حضرت معاویہؓ کی انتہا درجے کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

جواب اس کا اول یہ ہے کہ حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کیونکہ حافظ ہیثمی نے اس کی بابت کہا ہے کہ اس کی سند میں بعض راویوں کو میں نہیں جانتا دوسرے یہ کہ حضرت معاویہؓ اور عمروؓ چونکہ عقلائے عرب میں سے تھے پس اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہوگا کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع نہ ہونے پائیں ورنہ ان کا اجتماع کبھی کسی امر دینوی کے لیے ہو جائے گا جس میں دوسروں کو ضرر پہنچے گا یہی مطلب لفظ غدر سے ظاہر ہوتا ہے اس سے حضرت معاویہؓ کی کوئی برائی اس اجتہاد کے متعلق جو انہوں نے حضرت علیؓ سے لڑنے میں کیا تھا نہیں نکلتی ہے۔ اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معاویہؓ اور عمروؓ دونوں کی تعریف ثابت ہے۔



خاتمہ

صحابہ کرامؓ کے بارہ میں فوائد ضروریہ

اس میں چند جدید فوائد بیان کئے جائیں گے کہ اکثر ہمارے اس مقصد سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ فوائد مشہور کتابوں میں کہیں یکجا نہیں ہیں بلکہ اکثر غیر مشہور کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ مثل اور مضامین سابقہ کے یہ فوائد بہت عظیم الشان ہیں کیونکہ ان کے لکھنے والے کاملین اور حفاظ سنت سے ہیں اور بعض فوائد ایسے ہیں جو سابقاً بیان ہو چکے ہیں، ان کو مکرر نہ سمجھنا بلکہ وہ کسی مزید فائدہ کی غرض سے بیان کئے گئے ہیں۔ علاوہ اس کے ایسے موقعوں پر تکرار معیوب نہیں ہے تکرار معیوب اس مقام پر ہوتی ہے جہاں اختصار مقصود ہو۔

مشاجرات صحابہؓ کا ذکر ضرورتاً جائز ہے

پس منجملہ ان فوائد کے ایک یہ ہے کہ ائمہ اصول وغیرہ کا اس امر پر اتفاق ہو گیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے باہمی جھگڑوں کے متعلق سکوت کرنا چاہئے اس سے یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے انہوں نے اس کے خلاف کام کیا کیونکہ ہم سکوت کا مطلب مبسوط طریقہ سے اوپر بیان کر چکے ہیں اور یہی جواب دیا جائے گا۔ حافظ ہیثمیؒ کی طرف سے جو انہوں نے کہا ہے کہ اگر امام احمدؒ بن حنبل اور ان کے علاوہ اور مصنفین مسانید جن کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں کیا ہے ان واقعات کو جو صحابہؓ میں باہم پیش آئے نہ ذکر کرتے تو میں بھی نہ ذکر کرتا۔ تم کو اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ سکوت کرنے کے کیا معنی ہیں، بعض اوقات سکوت نہ کرنا واجب ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ عوام اس میں شورش کریں اور بعض محدثینؒ نے مثل ابن قتیبہؒ کے اس کے متعلق کتابیں لکھ دی ہیں، باوجودیکہ ان کو چاہئے تھا کہ اس قسم کی

ظاہری باتوں کو نہ ذکر کرتے اور اگر خواہ مخواہ ذکر کرنا ہی تھا تو موافق قواعد اہل سنت کے ان کا مطلب بیان کر دیتے تا کہ کوئی بدعتی یا جاہل اس سے تمسک نہ کر سکتا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور اپنی کتابوں میں تمام رطب ویابس بھر دیے اور ان کو یونہی چھوڑ دیا جس سے علمائے راسخین کے علاوہ اور لوگوں کو نقصان پہنچا۔

صحابہؓ کے ظاہری اختلافات ان کے باطن پر اثر انداز نہیں تھے

منجملہ ان فوائد کے ایک یہ ہے کہ اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اپنے دل میں کسی صحابیؓ کی طرف سے بغض نہ رکھ، صحابہؓ کی صفائی اور انصاف کی حالت میں غور کرو اور دیکھو کہ وہ باہم ایک دوسرے کی کیسی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اور خالدؓ بن ولید کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی۔ کسی شخص نے چاہا کہ حضرت خالدؓ کی کچھ برائی حضرت سعدؓ کے سامنے بیان کرے، حضرت سعدؓ نے کہا کہ چپ رہ، جو شکر رنجی ہمارے آپس میں ہے اس کا اثر ہمارے دل تک نہیں پہنچا۔

روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت عثمانؓ لوگوں کو نماز پڑھا کر ایک گوشہ میں لیٹ گئے اور درہ ان کے پاس تھا، اسی اثنا میں حضرت علیؓ اپنا عصا لیے ہوئے آئے اور حضرت عثمانؓ کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے، حضرت عثمانؓ کو بیدار کیا وہ اٹھے، حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ نے فلاں شخص کی جائیداد مول لی ہے حالانکہ رسول خدا ﷺ نے اس پانی کے چشمہ کو وقف کر دیا تھا پس اس کی بابت دونوں میں باہم گفتگو ہونے لگی۔ حضرت عباسؓ نے آکر بیچ بچاؤ کرا دیا، حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ پر درہ اٹھایا اور حضرت علیؓ نے ان پر عصا اٹھایا، حضرت عباسؓ نے دونوں کو خاموش کر دیا۔ حضرت علیؓ سے کہا کہ یہ امیر المومنین ہیں! حضرت عثمانؓ سے کہا یہ تمہارے چچازاد بھائی ہیں۔ خیر یہ بات رفع دفع ہوگئی، دوسرے دن لوگوں نے دونوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور باہم باتیں کر رہے تھے، پس اس واقعہ پر غور کرو صحابہؓ کی صفائی تم کو معلوم ہو جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام ان باتوں سے پاک ہیں جو بدعتیوں نے ان کی طرف سے منسوب کی

ہیں اور جھوٹی حدیث بنانے والوں نے ان پر افترا کی ہیں۔

شہادت عثمان غنیؓ کے اسباب ومحرکات

اور منجملہ ان کے واقعہ شہادت حضرت عثمانؓ کا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب واقعہ ہے کہ جو مبسوط طریقے سے کتب ''سیر وتواریخ'' میں مذکور ہے، مگر اس واقعہ میں بہت سی باتیں ایسی ملادی گئی ہیں جو صحیح نہیں ہیں لہٰذا ان سے دھوکہ نہ کھانا۔ حاصل اس واقعہ کا بالاختصار یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ پر محمد بن ابی بکر اور چند آدمیوں کے لیے حکم قتل کا افترا کیا گیا، لہٰذا ان لوگوں نے جمع ہو کر حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور ان کو شہید کر دیا وہ پہلے سے اپنی شہادت کا علم رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو معزول نہیں کیا جیسا کہ لوگوں نے ان سے چاہا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو پھر جنت کو دیکھ بھی نہ سکو گے۔

بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ کو یہ خبر ملی کہ مصر سے کچھ لوگ آئے ہیں۔ پس حضرت عثمانؓ نے ان سے اپنے ایک گاؤں میں جو مدینہ سے قریب تھا ملاقات کی۔ بعد اس کے وہ لوگ مدینہ آئے اور انہوں نے اس بات کی خواہش کی کہ قرآن مجید منگایئے چنانچہ منگایا گیا اور ایک شخص کو پڑھنے کے لیے کہا گیا جب وہ اس آیت پر پہنچا قل ارأیتم ما انزل اللّٰہ لکم من رزق فجعلتم منہ حراماً وحلالاً قل ءٰ اللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون.

ترجمہ: کہہ دو کہ بتاؤ جو نازل کیا ہے اللہ نے رزق پھر بنایا تم نے اس میں سے حلال وحرام، کیا اللہ نے تم کو اس کی اجازت دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ چراگاہ جو آپ نے بنائی ہے کیا اللہ نے اس کی آپ کو اجازت دی ہے یا آیت کا سبب نزول بیان فرمایا اور کہا کہ میں نے اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی اقتدا کی ہے، بعد اس کے مصر والوں نے اور کچھ باتیں ان سے پوچھیں، بعض باتوں کا انہوں نے جواب دیا اور

بعض باتوں سے انہوں نے رجوع کیا، بعد اس کے حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مال (غنیمت) صرف مجاہدین کو اور بزرگان صحابہؓ کو ملا کرے۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو منظور کرلیا اور ان لوگوں سے اقرار لے لیا کہ اب مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالنا چنانچہ وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے ایک تحریر اس مضمون کی لکھ دی، بعد اس کے وہ لوگ مدینہ آئے اور حضرت عثمانؓ نے خطبہ پڑھا اور اس میں ان لوگوں کی تعریف بیان کی اور کہا کہ ان سے بہتر وفد میں نے نہیں دیکھا۔

بعد اس کے انہوں نے اہل مدینہ سے بیان کیا کہ اب ''بیت المال'' سے صرف مجاہدین اور اکابر صحابہ کو ملا کرے گا اس بات کو سن کر سب کو غصہ آیا اور کہنے لگے کہ یہ بنی امیہ کی کوئی چال ہے، بعد اس کے اہل مصر واپس گئے اثنائے راہ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار ہے جو کہ چھیڑنے کی غرض سے ان کو گالیاں دیتا ہوا جا رہا ہے، کبھی قریب آجاتا ہے کبھی دور نکل جاتا ہے، یہی اس کی کیفیت تھی، پس سب لوگوں نے اس کو پکڑا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے، اس نے کہا میں امیر المومنین کا قاصد ہوں۔ حاکم مصر کے پاس جاتا ہوں۔ اس پر لوگوں نے اس کی جامہ تلاشی لی، تو انہوں نے اس کے پاس سے ایک خط بنام حاکم مصر نکالا جو حضرت عثمانؓ کی طرف سے لکھا ہوا تھا اور اس پر ان کی مہر بھی تھی۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ ان لوگوں کو یا تو سولی پر چڑھا دو یا ان کی گردنیں مار دو، یا ان کے ہاتھ پیر جانب خلاف سے کاٹ ڈالو، یہ دیکھ کر سب لوگ لوٹ پڑے اور باہم کہنے لگے کہ عثمانؓ نے عہد شکنی کی، اب اللہ نے ان کا خون حلال کر دیا پس مدینے پہنچے اور حضرت علیؓ کے پاس گئے ان سے کہا کہ اس دشمن خدا کو دیکھئے اس نے ہمارے متعلق ایسا ایسا لکھا ہے اب اللہ نے اس کا خون ہمارے لیے حلال کر دیا ہے آپ بھی ہمارے ساتھ اس کے پاس چلئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا واللہ میں تمہارے ساتھ ان کے پاس نہ جاؤں گا، ان لوگوں نے کہا پھر آپ نے ہمیں خط کیوں لکھا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے

تمہیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا، بعد اس کے حضرت علیؓ چلے گئے اور مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں فروکش ہوئے، یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم نے ہمارے متعلق ایسا ایسا لکھا۔ اب تمارا خون ہمارے لیے حلال ہو گیا، حضرت عثمانؓ نے کہا تم کو دو باتیں کرنی چاہئیں یا تو تم دو گواہ قائم کرو، یا میں تمہارے سامنے اللہ کی قسم کھالوں (اس قسم کا اعتبار کرو) میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے نہ بھیجا ہے نہ مجھے اس کا علم ہے، تم لوگ بھی اس قدر سمجھ سکتے ہو کہ کسی کی طرف سے خط لکھ دینا کیا دشوار ہے، مہر بھی دوسری مہر کے مثل بنائی جاسکتی ہے مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور کہا کہ خدا کی قسم اس عہد شکنی کے سبب سے تمہارا خون اب حلال ہے۔ پس اس وقت لوگوں نے ان کا محاصرہ کر لیا، ان کے اسی گھر میں جو مسجد کے قریب تھا جس کا نام باب جبرئیل تھا۔ ایک روز حضرت عثمانؓ اپنے گھر کی چھت پر چڑھے اور لوگوں کو سلام کیا مگر نہیں سنا گیا کہ کسی نے سلام کا جواب دیا ہو۔

ابو یعلیٰ وغیرہ نے ایسی سند سے جس میں ایک مختلف فیہ راوی کے سوا سب ثقہ ہیں روایت کی ہے کہ جنائز میں ایک مقام پر حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تو حضرت عثمانؓ نے بالا خانے سے سر نکالا اور کہا کہ اے لوگو! کیا تم میں طلحہؓ ہیں۔ پس سب نے سکوت کیا پھر کئی مرتبہ بلند آواز سے انہوں نے پکارا، پس طلحہؓ کھڑے ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ مجھے یہ امید نہ تھی کہ تم تین مرتبہ میری آواز سنو گے اور کسی مرتبہ مجھے جواب نہ دو گے، اے طلحہؓ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تمہیں یاد ہے کہ ایک دن ہم اور تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے طلحہ ہر نبی کے ساتھ اس کے اصحاب میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو منجملہ اس کی امت کے جنت میں اس کے رفیق ہوتے اور بیشک یہ عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہیں۔ طلحہؓ نے کہا بار خدایا ہاں یاد ہے۔ یہ کہہ کر وہ لوٹ گئے۔

نیز حضرت عثمانؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ ہم نے خدا کی قسم سفر اور حضر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔ آپ ہمارے مریضوں کی عیادت کرتے تھے، اور ہمارے جنازوں کے ہمراہ جاتے تھے، اور قلیل و کثیر

سے ہماری غمخواری کرتے تھے ابھی کچھ لوگ باقی ہیں مگر عنقریب کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس نے حضرت کو دیکھا ہو۔ نیز حضرت عثمانؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ کیا تم ان باتوں سے باز نہ آؤ گے، جن کی خبر مجھے ملی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے کچھ عذر کیا، حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ بیشک میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے، اور مجھے یاد ہے، نہ جیسا کہ تم نے سنا، حضرت نے فرمایا تھا کہ عنقریب میری امت میرے خلیفہ کو قتل کرے گی، اور میرے منبر پر ایک ظالم کھڑا ہوگا اور بے شک وہ مقتول میں ہی ہوں، عمرؓ نہیں ہیں عمرؓ کو تو صرف ایک شخص نے قتل کیا تھا مگر میرے قتل پر بہت سے لوگ مجتمع ہوں گے۔

نیز حضرت عثمانؓ سے بسند صحیح مروی ہے کہ جب لوگوں نے ان پر بہت اعتراض کرنا شروع کیا کہ وہ بنی امیہ کو کیوں ترجیح دیتے ہیں تو انہوں نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو بلایا اور انہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ رسول خدا ﷺ قریش کو تمام لوگوں پر ترجیح دیتے تھے یا نہیں، اور پھر بنی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے یا نہیں۔ سب نے سکوت کیا پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں آجائیں تو میں بنی امیہ کو دے دوں تا کہ وہ سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں اور حضرت عثمانؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ کتاب خدا میں یہ حکم دیکھتے ہو کہ میرے پیر میں بیڑیاں ڈالو تو ڈال دو۔

نیز کئی سندوں سے جن میں سے ایک صحیح ہے مروی ہے کہ مغیرہؓ بن شعبہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اس حال میں کہ وہ محصور تھے پس مغیرہؓ نے انہیں مشورہ دیا کہ یا تو آپ ان باغیوں سے لڑیئے، کیونکہ آپ کے ساتھ بہت سے لوگ ہیں اور وہ قوت والے ہیں اور حق پر ہیں اور یہ باغی باطل پر ہیں یا یہ کہ آپ مکہ یا شام چلے جائیں کیونکہ ان دونوں مقاموں میں آپ کو باغیوں سے امن ملے گا مگر حضرت عثمانؓ نہ مانے اور لڑنے کا عذر بیان کیا کہ میں نہیں چاہتا کہ رسول خدا ﷺ کی امت کی خون ریزی کروں اور مکہ جانے کا یہ عذر بیان کیا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ قریش کا ایک

شخص مکہ کی بے حرمتی کرے گا۔ اس پر تمام عالم کے عذاب کا آدھا عذاب کیا جائے گا، لہٰذا وہ شخص میں نہیں بننا چاہتا اور شام جانے کا عذر بیان کیا کہ میں اپنے دار الہجرت کو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت کو چھوڑ کر نہ جاؤں گا۔ اور طبرانی نے بسند صحیح حضرت نعمانؓ بن بشیر سے روایت کی ہے، وہ کہتے تھے کہ ہم میں سے ایک شخص جن کا نام خارجہؓ بن زید تھا، انتقال کر گئے ہم نے ان کو کفن پہنایا بعد اس کے میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو یکا یک میں نے ایک آواز سنی۔ دیکھا تو وہ جنازہ حرکت کر رہا ہے، اس جنازہ سے آواز آئی کہ سب لوگوں سے قوی تر اور معتدل تر اللہ کے نزدیک امیر المومنین عمرؓ ہیں جو اپنے کاموں میں کمزور ہیں مگر اللہ کے کاموں میں زور آور ہیں، عثمانؓ امیر المومنین ہیں جو بڑے پرہیز گار ہیں اور بہت خطائیں معاف کر دیتے ہیں، دو راتیں گزر چکی ہیں اور چار باقی ہیں، لوگ باہم اختلاف کر رہے ہیں اور ان کا انتظام مختل ہو گیا ہے، اے لوگو اپنے امام کی طرف رجوع کرو اور ان کی اطاعت کرو، یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں اور آپ کی ازواجؓ بھی ہیں، معلوم نہیں میرے باپ کا کیا حال ہے بعد اس کے اس جنازہ سے آواز آئی کہ اریس نامی کنواں ظلم سے لیا گیا، بعد اس کے وہ آواز موقوف ہو گئی۔

اور حضرت طلحہؓ سے ان کی والدہ نے پوچھا کہ کیا عثمانؓ پر سخت محاصرہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو انہوں نے اپنے پستان کھولے اور کہا میں تمہیں واسطہ دلاتی ہوں اس کا کہ میں نے تمہیں پیٹ میں رکھا اور دودھ پلایا کہ تم اس ہنگامہ میں شریک نہ ہو چنانچہ وہ حضرت علیؓ کے پاس گئے اور ان سے اس کے متعلق گفتگو کی۔

حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس سند کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا بظاہر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے وقت مدینہ میں نہ تھے، نہ ان کی شہادت کے وقت وہاں تھے، مگر یہ بات اس حدیث کے ضعیف ثابت کرنے کو کافی نہیں ہے کہ یہ تو اس روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ کے پاس مدینہ میں گئے بلکہ ممکن ہے کہ جہاں حضرت علیؓ ہوں وہیں ان کے پاس حضرت

طلبہؓ گئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ گو حضرت علیؓ مدینہ سے باہر رہتے تھے، مگر دن میں کسی وقت مدینہ میں بھی آ جاتے ہوں اور پھر اپنے جائے قیام کی طرف لوٹ جاتے ہوں۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اشتر کو بلا کر پوچھا کہ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ اشتر نے کہا تین باتوں میں سے ایک بات چاہتے ہیں یا تو آپ خلافت ترک کر دیجئے تاکہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنائیں، یا یہ کہ آپ اپنی ذات سے قصاص لینے کی ان کو اجازت دیجئے یہ دونوں باتیں اگر نہ ہوں گی تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے عذر کیا کہ میں وہ لباس نہ اتاروں گا جو آنحضرت ﷺ نے مجھے پہنایا ہے اور کہا ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں کھڑا ہوں اور میری گردن مار دی جائے، بنسبت اس کے کہ میں امت محمدیہ ﷺ کی ولایت ترک کر دوں کہ ایک دوسرے پر ظلم وتعدی کرے، اور کہا کہ اگر تم لوگ مجھے قتل کرو گے تو پھر کبھی کسی دشمن کو میرے بعد قتل نہ کر سکو گے (بلکہ ہمیشہ باہم لڑتے رہو گے) اشتر نے یہی جا کر باغیوں سے بیان کر دیا پس محمد بن ابی بکر تیرہ آدمیوں کو ساتھ لے کر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور حضرت عثمانؓ کی داڑھی پکڑ کر اس زور سے کھینچی کہ دانتوں کے گرنے کی آواز آئی بعد اس کے ان سے کہا کہ فلاں اور فلاں شخص اس وقت تمہارے کچھ کام نہ آئے، حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میری داڑھی چھوڑ دے اے میرے بھائی کے بیٹے پھر محمد بن ابی بکرؓ نے ایک شخص کو اشارہ کیا وہ چھری لے کر اٹھا اور اس نے اس سے ان کے سر میں زخم لگائے پھر سب لوگوں نے مل کر ان کو قتل کیا۔

نیز اسی سند سے مروی ہے کہ جس کی نسبت حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا کہ حضرت عثمانؓ (ایک روز ایام محاصرہ میں) بیدار ہوئے تو فرمایا کہ یہ لوگ مجھے ضرور قتل کریں گے، میں نے رسول خدا ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کو خواب میں دیکھا ہے وہ کہتے تھے کہ تم آج شب کو ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے اور ایک روایت میں جس کی سند میں ایک مجہول روای ہے مذکور ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے یعنی جمعہ

کے دن وہ سونے کے بعد بیدار ہوئے اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ فرماتے تھے کہ اٹھو آج تم ہمارے یہاں آؤ گے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس کی سند ایسی ہی ہے مروی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (خواب میں) فرمایا کہ اے عثمانؓ آج ہمارے یہاں افطار کرنا چنانچہ اس دن انہوں نے روزہ رکھ لیا اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان تینوں حضرات کو خواب میں دیکھا، انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ صبر کرو شب آئندہ میں تم ہمارے یہاں روزہ افطار کرو گے چنانچہ اس دن صبح کو انہوں نے بیس غلام آزاد کئے اور پائجامہ پہنا اس سے پہلے پائجامہ انہوں نے نہ زمانہ جاہلیت میں پہنا اور نہ زمانہ اسلام میں (عرب میں تہبند کا رواج تھا) وجہ یہ تھی پائجامہ میں ان کو ستر زیادہ معلوم ہوا جیسا کہ ایک حدیث میں مذکور ہے، بعد اس کے انہوں نے قرآن مجید منگوایا اور اس کو کھول کر پڑھنے لگے۔ پس اسی حالت میں قرآن مجید ان کے سامنے کھلا ہوا تھا شہید کر دیے گئے اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مذکور ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جب یہ خواب دیکھا تو اپنا دروازہ کھول دیا اور قرآن مجید اپنے سامنے رکھ لیا سی حالت میں محمد بن ابی بکرؓ ان کے پاس پہنچے اور ان کی داڑھی پکڑ لی حضرت عثمانؓ ان سے کہا کہ تم نے میرے ساتھ وہ بات کی کہ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتے، یہ سن کر محمد بن ابی بکرؓ نے داڑھی چھوڑ دی اور باہر چلے گئے، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے حضرت عثمانؓ سے کہا میں تمہیں بڑی سختی سے قتل کروں گا پھر اس نے ان کو گلا دو تین مرتبہ گھونٹا اور باہر چلا گیا لوگوں سے جا کے اس نے کہا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کے حلق سے زیادہ کوئی چیز نرم نہیں دیکھی، پھر ایک شخص آیا، اس سے حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان میں یہ کتاب ہے جو خدا کی کتاب ہے وہ شخص یہ سن کر چلا گیا، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے تلوار ماری اس تلوار کو حضرت ذوالنورینؓ نے اپنے دست مبارک پر روکا جس سے ہاتھ کٹ گئے، قرآن مجید ان کے سامنے رکھا ہوا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ

ان کا خون اس آیت پر گرا فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم روای نے بیان کیا ہے کہ خون کا دھبہ اب تک اس مصحف میں اسی طرح موجود ہے جب وہ قتل کئے جانے لگے تو ان کی بی بی ان پر جھک پڑیں، باغیوں نے کہا کہ دیکھو تو اس عورت کے سرین کتنے بڑے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس فحش گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان دشمنان خدا کا مقصود دنیا کے سوا کچھ نہ تھا۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت عشرہ ذوالحجہ میں ہوئی۔ اور ایک منقطع السند روایت ہے کہ آٹھویں ذوالحجہ ۳۵ھ کو ان کی شہادت ہوئی، ان کی خلافت بارہ دن کم بارہ برس رہی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمانؓ بغیر غسل کے دفن کئے گئے اور ایک صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کو دفن کیا۔ حضرت عثمانؓ ان کو اس کی وصیت کر گئے تھے اور یہ بھی بروایت صحیحہ ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فتنہ کا ذکر کیا۔ اس طرف سے ایک شخص کا گزر ہوا جو چادر سے منہ بند کئے ہوئے تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس فتنہ میں یہ شخص اور اس کے ساتھی حق پر ہوں گے۔ پس ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کے دونوں شانے پکڑ لیے اور ان کا منہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہی آپ نے فرمایا ہاں یہ، اور یہ صحیح روایت میں وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم لوگ میرے بعد ایک فتنہ دیکھو گے اور بہت اختلاف دیکھو گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! پھر آپ ہمیں اس کے لیے کچھ ہدایت کیجئے۔ حضرت نے فرمایا تم امیر اور اس کے اصحاب کا اتباع کرنا اور حضرت عثمانؓ اور ان کے اصحاب کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت عبداللہؓ بن سلام سے جو کہ مشہور صحابی اور علمائے بنی اسرائیل میں سب سے بڑے عالم تھے، بسند صحیح منقول ہے اور اس قسم کی بات سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے معلوم نہیں ہو سکتی کہ جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہجرت سے لے کر اس وقت تک مدینہ ملائکہ سے گھرا ہوا ہے لیکن اگر یہ لوگ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیں گے تو ملائکہ چلے جائیں گے اور پھر کبھی نہ آئیں گے اور ابھی تک مسلمانوں کی تلوار آپس میں ایک

دوسرے پر نہیں چلی لیکن اگر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تو پھر ہمیشہ ان میں باہم تلوار چلتی رہے گی اور ہمیشہ یہ عادت الٰہی رہی ہے کہ جب کوئی نبی قتل کیا گیا تو اس کے عوض ستر ہزار آدمی ہلاک کیے گئے ہیں اور جب کوئی خلیفہ قتل ہوا تو اس کے عوض پینتیس ہزار آدمی قتل ہوئے ہیں۔

ایک اور روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ جب کسی امت نے خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا تو پھر کبھی اللہ نے ان میں باہم مصالحت نہیں رکھی یہاں تک کہ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہائیں حتیٰ کہ چالیس ہزار آدمی مقتول ہو جائیں پھر جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے (اور انہوں نے ارادہ کوفہ جانے کا کیا) تو عبداللہؓ بن سلام ان کے راستہ میں بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں عراق جاتا ہوں۔ عبداللہؓ بن سلام نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کو نہ چھوڑیئے اور کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زندہ رکھے گا خدا کی قسم اگر آپ اس کو چھوڑ دیں گے تو پھر کبھی اس کو نہ دیکھیں گے، اس گفتگو کو سن کر حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ حکم دیجئے تو ہم اس شخص کو قتل کر دیں، حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں عبداللہؓ بن سلام ہم میں سے ایک مرد صالح ہے۔

یہ تھے واقعات حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ان سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ حضرت عثمانؓ خلیفہ برحق تھے اور ان کی وفات حق پر ہوئی اور ان کے قاتلین میں بعض فاسق ملحد تھے اور بعض باغی تھے، تاویل کرتے تھے مگر تاویل ان کی باطل تھی۔ حضرت عثمانؓ مظلوم ہونے کی حالت میں شہید ہوئے اور اس کا سبب وہی خط تھا جس کا ذکر ہوا مگر حضرت عثمانؓ اس خط سے بالکل بری تھے، وہ خط بنی امیہ کے ان لوگوں کا بنایا ہوا تھا جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی تھی، پس اے برادر تو ان لوگوں کے ساتھ خوض مت کر بلکہ جب تیرے دل میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے کچھ شک پیدا ہو تو خدا سے استغفار کر اور توبہ کر اور ائمہ اہل سنت کی کتابوں کو دیکھ، تاکہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کا دین اور تقویٰ صحیح و سالم ہے اور ان پر تعصب و ہوائے نفسانی کا غلبہ نہیں ہے۔

جنگ جمل کی واقعاتی تفصیل

اور منجملہ: ان فوائد کے جنگ جمل کا قصہ ہے اس واقعہ کو ہم یہاں اس مناسبت سے ذکر کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اس جنگ میں حق پر تھے اوان کے مقاتلین باغی تھے جو کچھ اس جنگ کی نسبت کہا جائے گا وہی حضرت معاویہؓ کے متعلق کہا جاسکتا ہے اور خود حضرت عائشہؓ سے ایسی حدیثیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے، نہ حضرت عائشہؓ اور نہ ان کے ساتھی، بلکہ یہ سب لوگ معذور تھے۔ ایسا ہی حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کے حق میں کہا جائے گا۔

جاننا چاہئے کہ اس واقعہ میں بھی بہت سی بے اصل باتیں منقول ہیں لہٰذا کتب ''سیر وتواریخ'' میں کسی بات کو دیکھ کر قناعت نہ کرنا چاہئے، بغیر اس کے کہ کسی حافظ حدیث کے کلام میں وہ باتیں مع السند مذکور ہوں اور اس سند کے تمام راوی ثقہ ہوں۔

ایک ایسی سند سے جس میں ایک راوی متروک ہے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہیں ایسی قوم سے سابقہ پڑے گا کہ اس قوم کا سردار جنت میں داخل ہوگا مگر اس کے متبعین دوزخ میں داخل ہوں گے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اگرچہ وہ متبعین اپنے سردار کے اعمال کے مثل اعمال کریں، آپ نے فرمایا ہاں، اگرچہ وہ اپنے سردار کے اعمال کے مثل عمل کریں، مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ بعد اس کے آپ نے فرمایا کہ سردار اس قوم کا بوجہ اپنے سوابق کے جنت میں جائے گا، اور متبعین اس کے بوجہ ان بدعادات کے جن کا ارتکاب وہ کریں گے دوزخ میں جائیں گے، مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ (واللہ اعلم) کہ سردار مجتہد ہوں گے لہٰذا ان کو ثواب ملے گا اور متبعین مجتہد نہ ہوں گے لہٰذا جو کچھ وہ اپنی رائے سے کریں گے اس کا مواخذہ ان سے کیا جائے گا، گو وہ اس بدعت میں متبع اپنے سردار کے ہوں، اس سے اس حدیث کا مطلب بھی واضح ہوجاتا ہے جو حضرت عمارؓ کے متعلق ہے کہ وہ لوگوں کو جنت کی طرف بلائیں گے اور لوگ ان کو دوزخ کی

طرف بلائیں گے، پس یہ حدیث حضرت معاویہؓ کے ان متبعین پر محمول ہوگی جو مجتہد نہ تھے، اہل سنت کا مسلمہ اصول ہے اور نیز تمام آیات واحادیث کے ملانے سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جو مومن بحالت فسق مرجاتا ہے وہ اللہ کی مشیت میں ہوتا ہے، چاہے اس کو معاف کرکے جنت میں داخل کرے اور چاہے اسے دوزخ میں داخل کرے، اور بقدر اس کے گناہوں کے اس پر عذاب کرکے پھر جنت میں لے جائے اور جو شخص بحالت شرک مرجاتا ہے وہ ہرگز نہیں بخشا جاتا اور ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس میں بعض راوی ایسے ہیں جو مناکیر کی روایت کرتے ہیں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے صحابہؓ سے کچھ لغزش ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا مگر ان کے بعد کچھ لوگ ہوں گے ان کو اللہ سرنگوں کرکے دوزخ میں ڈال دے گا۔ اس حدیث کی صحت اگر مان لی جائے تو مطلب اس کا یہ ہوگا کہ لغزش سے مراد وہ فعل ہے جو خلاف اولیٰ ہو کیونکہ ابرار کے حق میں جو امور نیکی سمجھے جاتے ہیں وہ مقربین کے حق میں گناہ ہوتے ہیں کیونکہ صحابہؓ سب کے سب عادل اور مجتہد تھے یہی حق ہے اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کسی کو جائز نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بعض سے ایسی باتیں صادر ہوئی ہیں جو ان کے مرتبہ کے لائق نہ تھیں جیسے حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ بنا دیا، بیٹے کی شدت محبت نے اس کے کمالات ان کی نظر میں جما دیے تھے اور اس کے عیوب ان کی نظر سے پوشیدہ کردیے تھے۔ حالانکہ اس کے عیوب آفتاب سے بھی زیادہ روشن تھے۔ پس یہ بات حضرت معاویہؓ کے مرتبہ کے لحاظ سے لغزش تھی اللہ ان کو بخش دے گا مگر کسی دوسرے کو حضرت معاویہؓ کی تقلید اس فعل میں جائز نہیں اور جو شخص اس بات میں ان کی تقلید کرے گا وہ سرنگوں اور دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ کیونکہ بوجہ اپنے مجتہد نہ ہونے کے معذور نہ سمجھا جائیگا۔ اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ کسی شخص کو علماء کی لغزشوں کا اتباع جائز نہیں ہے یعنی بعض علماء سے کبھی اجتہادی غلطی ہو جاتی ہے اس غلطی میں ان کی تقلید نہ کرنی چاہئے جیسا کہ بعض سلف سے منقول ہے کہ روزے کی نیت کرنے والے کو کسی افطار کرنے والی چیز کا

ارتکاب حرام نہیں مگر بعد طلوع آفتاب کے، بشرطیکہ روزہ فرض کا ہو اور اگر نفل کا ہو تو قبل از زوال حرام نہیں ہے۔ (یہ اجتہادی غلطی ہے) وقس علیٰ هذا۔

اور ایک روایت ایسی سند سے جو حضرت حذیفہؓ تک پہنچی ہے اور راوی اس کے سب ثقہ ہیں مروی ہے کہ انہوں نے کہا ضرور بالضرور ایک گروہ ایسا ہوگا کہ اس کا سردار جنت میں داخل ہوگا اور اس کے متبعین دوزخ میں جائیں گے۔ مطلب اس حدیث کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

اور ایک روایت ایسی سند سے مروی ہے کہ جس کے ایک راوی کی نسبت ذہبیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اسی منکرات سے ہے اور ابو نعیمؒ نے کہا کہ کوفہ میں کوئی شخص اس زیادہ جھوٹ بولنے والا نہ تھا مگر امام حافظ جلیل ابو حاتمؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے جنگ جمل میں شرکت کیوں نہ کی تو انہوں نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو ہلاک ہو جائیں گے، کامیاب نہ ہوں گے ان کی سردار ایک عورت ہوگی اور وہ جنت میں جائے گی، اس روایت کی تائید ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے کہ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے جو اپنا حاکم کسی عورت کو بنائیں گے۔ یہ حدیث بھی ویسی ہی ہے جیسی اوپر بیان ہوئی۔ حضرت عائشہؓ چونکہ مجتہدہ تھیں لہٰذا وہ اہل جنت میں سے ہیں اور ان کے متبعین میں وہ لوگ جو مجتہد تھے مثل ان صحابہؓ کے جو اس کے ہمراہ تھے، وہ بھی ان کی طرح جنت میں جائیں گے مگر جو لوگ کہ مجتہد نہ تھے وہ دوزخ میں جائیں گے۔

نیز ایک ایسی سند جس کے سب راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ تمہارے اور عائشہؓ کے درمیان کچھ بات ہوگی، حضرت علیؓ نے تعجب سے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایسا کروں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت علیؓ نے کہا میں زیادہ شقی ہوں گا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ جب ایسا ہو تو تم عائشہؓ کو ان کے امن کی جگہ پہنچا دینا۔ پس اس حدیث پر غور کرو اس سے تمام شکوک قطع ہو جاتے ہیں اس سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا جو حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان میں ہونے والا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ حضرت علیؓ حق پر ہوں گے اور حضرت عائشہؓ تاویل کریں گی اور ثواب پائیں گی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو حضرت عائشہؓ کے متعلق وصیت بھی کی۔ حضرت عائشہؓ کو آپ نے اس بات سے نہ ممانعت کی نہ ان کو اس کی خبر دی، وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ بات ضرور ہونے والی ہے۔ پس اب صرف یہ بات بیان کرنے کی تھی کہ جس سے ایسا واقع ہو گا وہ معذور ہو گا۔ ایسا ہی تمام ان لڑائیوں میں کہا جائے گا جو صحابہؓ کے درمیان میں واقع ہوئیں، آنحضرت ﷺ ان سے خوب واقف تھے آپ نے ان سے ممانعت نہ کی بلکہ جن سے وہ لڑائیاں ظہور میں آنے والی تھیں ان کا معذور ہونا آپ ﷺ نے ظاہر کر دیا۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ جب (اثنائے سفر میں) مقام ''حواب'' میں پہنچیں تو اہاں انہوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو کہنے لگیں کہ میرا خیال ہے کہ میں لوٹ جاؤں۔ میں نے سنا ہے رسول خدا ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کون ہے جس پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے، مگر حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا کہ آپ لوٹ کر نہ جائیں امید ہے کہ اللہ آپ کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح کر دے۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواج سے فرمایا کہ تم سے صاحب ''جمل'' کون ہے جس پر مقام ''حواب'' کے کتے بھونکیں گے، اس کے داہنے جانب اور بائیں جانب بہت سے لوگ مقتول ہوں گے، پھر ہلاکت کے قریب پہنچ کر نجات پائے گی اور یہ بھی صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا گزر پانی کے اس چشمہ پر ہوا جو بنی عامر کی ملک میں تھا اور اس کو لوگ حواب کہتے تھے۔ وہاں ان پر کتوں نے بھونکنا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے کہا کہ بنی عامر کا چشمہ ہے، حضرت عائشہؓ نے کہا مجھے واپس لے چلو۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ایک عورت پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے۔

نیز بسند صحیح مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کا گزر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوا۔ آپ مہاجرین اور انصار کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں بتاؤں کہ تم سب میں بہتر کون لوگ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بتائیے آپ نے فرمایا میں تم سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو وفائے عہد کرتے ہوں اور پوشیدہ طور پر اعمال صالحہ بجالاتے ہوں، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے، پھر جب حضرت علیؓ وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق اس کے ساتھ ہے۔

اگر تم کہو کہ جب حضرت علیؓ اس حدیث کو سن چکے تھے تو پھر انہوں نے کیسے کہا جو پورا ان سے منقول ہوا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم حق پر ہیں یا خطا پر، تو میں جواب دوں گا کہ اس روایت میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت علیؓ نے اس حدیث کو سنا تھا اور بالفرض اگر سنا ہو تو بوجہ غایت تواضع کے ایسا کہا ہوگا، یا مطلب ان کا یہ ہوگا کہ ایک ایسے واقعہ میں جو نفس الامر سے قریب تھا ہم سے خطا ہوگئی ہو کیونکہ مجتہد کو ثواب ملتا ہے گو وہ خطا بھی کرے، جیسا کہ اوپر گزر چکا اور اس کے حق میں علی الاطلاق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہے مگر ہر ہر معاملہ میں علیحدہ علیحدہ ایسا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کا اجتہاد اگر اللہ کے نزدیک موافق حق ہوا تو وہ "المضاعف" ثواب پائے گا اور اگر نہ موافق ہوا تو اصل ثواب ضرور پالے گا۔

اور ایک ایسی سند سے مروی ہے جس کی نسبت امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ حدیث اس کی صحیح نہیں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ جب جنگ جمل میں ایک دوسرے کے مقابلے پر آئے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ اے زبیرؓ میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تم سے فرماتے تھے کہ اگر تم مجھ سے لڑو اور تم اس وقت میرے اوپر ظلم کر رہے ہو گے، حضرت زبیرؓ نے کہا ہاں سنا ہے مگر یہ حدیث مجھے اسی وقت یاد آئی ہے پھر وہ لوٹ گئے اور ایک شخص ان کے پیچھے پیچھے گیا جس نے انہیں قتل کیا، اس حدیث میں جو حضرت زبیرؓ کی نسبت ظالم کا لفظ آیا ہے باوجودیکہ وہ اکابر مجتہدین میں سے تھے اور تاویل بھی ان کی ایسی تھی جس نے حضرت علیؓ سے لڑنا ان کے لیے جائز کر دیا تھا،

اس کا مطلب یہ ہے کہ ظلم سے مراد یہاں ارتکاب خلاف اولیٰ ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت جو وضو میں تین بار سے زیادہ اپنے اعضاء کو دھوئے یا تین بار سے کم دھوئے فرمایا کہ اس نے گناہ کیا اور ظلم کیا مطلب اس کا یہی ہے کہ اس نے خلاف اولیٰ کیا۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کے ایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور باقی راوی اس کے ثقہ ہیں، منقول ہے کہ حضرت سعدؓ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ علیؓ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؓ کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ حضرت سعدؓ سے پوچھا گیا کہ کسی اور نے بھی اس حدیث کو آپ کے ساتھ سنا ہے، انہوں نے کہا ہاں ام سلمہؓ نے، پس حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا انہوں نے تصدیق کی تو ایک شخص نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ تمہاری طرف سے ایسی نفرت مجھ کو کبھی نہ تھی جیسی آج پیدا ہوئی۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ کیوں، اس شخص نے کہا کہ اگر میں یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تو مرتے دم تک علیؓ کی خدمت میں رہتا۔ اور ایک ایسی سند سے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ حضرت خذیفہؓ محرم اسرار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ میں دو فریق ہو جائیں گے اور ان میں ہر ایک دوسرے کی گردن زدنی کرے گا۔ ان سے پوچھا کہ پھر اس وقت ہم کیا کریں، حضرت خذیفہؓ نے کہا کہ اس گروہ کو تلاش کرنا جو لوگوں کو علیؓ کی طرف بلاتا ہو، اسی کے ساتھ ہو جانا کیونکہ وہی ہدایت پر ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ کا یہ کلام ایسا ہے جو اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا۔ پس ضرور ہے کہ انہیں نے یہ باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر بیان کی ہوں گی۔ اس روایت میں صاف تصریح اس امر کی ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے، اور حضرت عائشہؓ اور ان کے ساتھی تاویل کرتے تھے اور بس یہی حال حضرت علیؓ و حضرت معاویہؓ کا بھی تھا۔

اور ایک ایسی ہی روایت سے جس کے بعض راویوں کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا، مروی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ جب

حضرت عثمانؓ کا واقعہ پیش آیا تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ گوشہ میں بیٹھ جایئے، آپ اگر سوراخ میں بھی گھس جائیں گے تو لوگ آپ کو وہاں سے ڈھونڈ نکالیں گے مگر حضرت علیؓ نے میرا کہنا نہ مانا پس میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی قسم معاویہؓ تم پر حکومت کریں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص بحالت مظلوم ہونے کے مارا جاتا ہے اس کے ولی کو ہم صریح غلبہ عنایت کرتے ہیں لہٰذا اس کو چاہئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے یقیناً وہ منصور ہوگا اور عنقریب اہل قریش تم کو فارس و روم کے طریقوں پر چلائیں گے اور تم پر یہودی و نصاریٰ و مجوسی کو حاکم بنائیں گے، پس ایسے زمانے میں جو شخص احکام شریعت پر عمل کرے گا وہ نجات پائے گا۔ پس حضرت ابن عباسؓ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں جو شہادت دی ہے اس پر غور کرو۔ حضرت معاویہؓ کو خلافت و امارت جو ملی تو اس وجہ سے کہ حضرت عثمانؓ جوان کے عزیز تھے بحالت مظلوم ہونے کے شہید کئے گئے اس لئے حضرت معاویہؓ کو صریح غلبہ اور مدد عنایت ہوئی۔

نیز بسند ضعیف حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ کے اصحاب جب بصرہ کی طرف چلے تو ان کو معلوم ہوا کہ اہل بصرہ طلحہؓ و زبیرؓ کی طرف ہیں یہ بات ان پر بہت شاق گزری اور ان کے دل شکستہ ہوئے، پس حضرت علیؓ نے ان سے قسم کھا کر بیان کیا کہ میں اہل بصرہ پر غالب آؤں گا اور یقیناً طلحہؓ و زبیرؓ کو قتل کروں گا اور کوفہ سے میرے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے چھ ہزار پانچ سو چھپن یا پانچ سو پچاس آدمی آئیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے میرے دل میں آیا کہ چلو دیکھوں کیا ہوتا ہے، اگر ایسا ہی واقعہ ہوا جیسا کہ علیؓ کہتے ہیں تو یہ ایک عجیب بات ہوگی اور اگر ایسا واقعہ نہ ہوا جیسا وہ کہتے ہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ لڑائی ایک چال ہے، پھر میں نے لشکر میں سے ایک شخص کو دیکھا اس سے کیفیت پوچھی تو اس نے بھی ایسا ہی بیان کیا جیسا علیؓ نے بیان کیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ جو پیشین گوئیاں کرتے اور وہ ویسی ہی ظہور میں آتی تھیں، اس کا سبب یہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ باتیں بتا دی تھیں، اس میں حضرت علیؓ کی بڑی منقبت ہے اسی

وجہ سے وہ علم نبویؐ کے شہر اور امین سر تھے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس میں دو راوی ایسے ہیں جن کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا اور باقی راوی اس کے ثقہ ہیں، مروی ہے کہ عمارؓ بن یاسرؓ نے جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کو آواز دی، حضرت عائشہؓ نے جب ان کو پہچانا تو لوگوں سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ تم کیا چاہتے ہو، عمارؓ بن یاسرؓ نے ام المومنین سے کہا کہ میں آپ کو اسی خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں جس نے اپنے رسولؐ پر آپ کے گھر میں اپنی کتاب نازل کی۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے علیؓ کو اپنے اہل بیت پر وصی بنالیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں، عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا پھر آپ کی یہ کیا کیفیت ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ میں حضرت عثمانؓ کا قصاص طلب کرتی ہوں، عمارؓ بن یاسرؓ نے کہا کہ آپ مجھے بتائیے کہ قاتلان عثمانؓ کون ہیں، یہ کہہ کر وہ لوٹ گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔

حضرت علیؓ کے وصی ہونے کا ذکر جو اس روایت میں ہے اس سے مراد خاص خانہ داری کی وصیت ہے۔ نہ وصیت عامہ یعنی خلافت اہل بیت کی تخصیص بھی اس کو ظاہر کر رہی ہے۔

نیز ایک ایسی سند سے جس کے سب راوی ثقہ ہیں کہ وہ ضعیف ہے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ سے جنگ جمل کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا کیا لوگ اس جنگ کا چرچا کیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں، حضرت عائشہؓ نے کہا مگر میری یہ حالت ہے کہ میں آرزو کرتی ہوں کہ کاش میں بھی اسی طرح گھر میں بیٹھی رہتی جس طرح میرے ساتھ والیاں بیٹھی رہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مجھے بنسبت اس کے زیادہ محبوب ہوتا کہ عبدالرحمانؓ بن حرث بن ہشام یا عبداللہؓ بن زبیرؓ جیسے کئی لڑکے رسول اللہ ﷺ کے میرے بطن سے پیدا ہوتے۔

نیز اسحاق بن راہویہ نے احنفؓ بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ اور طلحہ اور زبیر رضوان اللہ علیہم نے ان لوگوں کو جو بعد قتل حضرت عثمانؓ کے بیعت میں متردد تھے یہ مشورہ دیا کہ حضرت علیؓ سے بیعت کرلو، بعد اس کے سب لوگ بصرہ چلے گئے۔ پس

یکا یک تین دن کے بعد یہ سب لوگ حضرت علیؓ سے لڑنے کے لیے آئے، تو ان سے کہا گیا کہ پہلے تو خود آپ ہی لوگوں نے حضرت علیؓ سے بیعت کا مشورہ ہم کو دیا تھا، اب یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص طلب کرنے کے لیے آئے ہیں وہ ظلماً شہید کئے گئے ہیں۔ یہ سن کر احنف نے قسم کھائی کہ میں نہ ان لوگوں سے لڑوں گا نہ حضرت علیؓ سے۔

تنبیہ: مناسب مقام ایک فائدہ ہے جس کو میں یہاں ذکر کرتا ہوں اگر چہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے وہ فائدہ یہ ہے کہ جنگ جمل میں حضرت زبیرؓ اپنے گھوڑے کو مل رہے تھے، یکا یک حضرت علیؓ نے ان کو آواز دی اور وہ ان کے پاس گئے اور اس قدر قریب ہو گئے کہ دونوں گھوڑوں کی گردنیں مل گئیں، حضرت علیؓ نے ان سے کہا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ تم کو یاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب میں تم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا کہ اے علیؓ خدا کی قسم زبیرؓ تم سے لڑیں گے اور وہ تم پر ظلم کریں گے۔ زبیرؓ نے کہا ہاں یاد ہے، مگر اس سے پہلے مجھے یہ حدیث یاد نہ تھی، اس کو ابو بکرؓ بن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلیٰؒ نے روایت کیا ہے، اس سے اور نیز اور روایتوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان واقعات کو جانتے تھے، جو آپ کے بعد باہم صحابہؓ میں پیش آنے والے تھے اور آپ نے بیان بھی کیا کہ علیؓ حق پر تھے، چنانچہ اس کا بیان ہو چکا، باوجود اس کے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیرؓ کو حضرت صدیقہؓ کے ساتھ نرمی کرنے کا اور ان کو ان کی جگہ یعنی مدینہ پہنچا دینے کا حکم دیا۔ اس میں ظاہر دلیل اس بات کی ہے کہ مقاتلین جناب امیرؓ بوجہ اپنی تاویل کے معذور تھے اور یہ کہ اس مقابلہ کے باعث ان پر کوئی ملامت نہیں ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے تعدی کرنے اور ارشاد نبویؐ سے مخالف ہونے کی خبر دیتے، حالانکہ آپ نے بہت کیا تو یہ کہ بعض حضرات کی افراط و تفریط کی طرف اشارہ فرمایا، چنانچہ حضرت زبیرؓ کی نسبت فرمایا انت ظالم اگر چہ ظلم کا ستعمال کبھی بمعنی وضع الشیئ فی غیر محلہ ہوتا ہے، اگر چہ اس کے ارتکاب میں کوئی گناہ نہ کرتا ہو اور اسی قبیل

سے آپ کا یہ ارشاد ہے فمن زاد علی الثلاثة فی الوضوء فقد اساء و ظلم یعنی جس نے وضو میں تین مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھویا اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اساءۃ اور ظلم کو غیر حرام میں استعمال فرمایا۔

اب تم بعد اس بیان کے ان دونوں باتوں میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ان کے اتباع کے مقابل میں ان کی تنقیص سے بالکل سکوت فرمایا اور حکم اور اس کی اولاد پر باستثنائے صلحائے اولاد حکم جیسے عمرؒ بن عبدالعزیز کہ وہ حکم اور عدل اور احتیاط و اعراض عن الدنیا میں خلفائے راشدینؓ اجمعین کے ساتھ ملحق ہیں۔ لعنت فرمائی۔ تامل کے ساتھ فرق پیدا کرو اگر معاذ اللہ حضرت صدیقہؓ و زبیرؓ و معاویہؓ وغیرہمؓ بھی فی الواقع مستحق لعن و طعن تھے، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں ان پر اور مستحقین کی طرح بتصریح تمام و اہتمام تام تغلیظ و تشنیع نہ فرمائی، علاوہ اس کے یہ بھی بیان ہو چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افراد امت میں غیر مستحق لعنت کے لیے لعنت کرنا اس شخص کے لیے (بموجب دعائے نبویؐ) موجب طہارت و رحمت ہے اور کیا عجب کہ حکم اور اس کی مسلمان اولاد کی لعنت بھی ایسی ہی ہو۔

اور نیز بطریق صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (خواب میں) تین شخصوں کو بنی امیہ میں سے دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بندروں کی طرح کودتے ہیں اس سے آپ کو ایسا رنج ہوا کہ اس کے بعد وفات شریف تک کبھی آپ کو ہنستے نہیں دیکھا اور شاید وہ یہی لوگ یعنی ظالمین بنی مروان اور یزید بن معاویہؓ وغیرہ ہوں، یزید سب سے زیادہ کم بخت اور بدکار تھا، بلکہ ائمہ کی ایک جماعت نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے اور وہی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جیسا کہ اس حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ میری امت کا نقصان بے عقل قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگا مراد ہیں سو یہ لوگ انتہا کے ظالم اور بدکار نکلے، جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی، اور آپ نے دوسروں کو ان کی خبر دی اور امت کو ان کے عظیم قبائح سے مطلع کیا، برخلاف ان حضرات کے جنہوں نے جناب امیرؓ

سے قتال کیا جیسے حضرت عائشہؓ اور زبیرؓ و طلحہؓ و معاویہؓ و عمرو بن عاصؓ اور اکابر صحابہؓ سے جوان کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہم بلکہ اصحاب بدر بھی ان میں تھے، سو آنحضرت ﷺ نے ان کا کوئی نقص بیان نہ فرمایا اور نہ کوئی ایسی بات بتلائی جس سے ان حضرات کے نقص کا پتہ چلے، بلکہ اگر کیا تو یا کہ ان حضرات کی معذوری اور ان کے کمال کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور بطریق صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جناب امیرؓ سے خوارج اور ان کی صفات کو اور اس شخص کو جو ان میں ہوگا بیان فرما کر یہ بھی فرمایا کہ تم اس جماعت کو قتل کرو گے، چنانچہ آئندہ یہ مفصل بیان ہوگا اور عنقریب مذکور ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے خوارج کی نسبت فرمایا کہ دو گروہوں میں جو حق سے قریب تر ہوگا وہ ان خوارج کو قتل کرے گا۔

اور بیشک اس روایت میں حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعتؓ کے لیے پوری گواہی اس بات کی ہے کہ وہ بھی حق پر تھے مگر اپنے ظن اور تاویل کے اعتبار سے اور منجملہ قابل ذکر واقعہ صفین کا خلاصہ ہے۔

جنگ صفین کا واقعاتی خلاصہ

واضح رہے کہ اس واقعہ میں بہت سے وہ امور ذکر کئے گئے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ چنانچہ واقعہ جمل میں اس کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں اور ایک ایسی سند سے جس کے رجال بجز ایک شخص کے جس کی توثیق ابن حبانؒ نے کی ہے مروی ہے جناب علیؓ مرتضی نے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا ﷺ نے مجھ سے ”ناکثین قاسطین مارقین“ سے مقاتلہ کرنے کا عہد لیا ہے اور یہ سب لوگ وہی خوارج ہیں جن کا قصہ آگے مذکور ہوگا نہ یہ کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے اتباع برحق یعنی صحابہؓ اور جوان صحابہؓ کے طریق پر تھے، مراد ہوں، گو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو ان حضرات سے بھی قتال کی اجازت تھی مگر یہ حضرات قاسط و مارق نہیں کہے جا سکتے البتہ حضرت عمارؓ سے ایک روایت اس کے خلاف مروی ہے مگر اس کی سند ضعیف ہے، وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عمارؓ نے جس وقت کہ وہ

صفین کا قصد کر رہے تھے ارشاد فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ناکثین قاسطین مارقین سے قتال کا حکم دیا ہے۔ پس اگر اس روایت کو پہلی روایت کی طرح صحیح تسلیم کر لیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے متصف بایں صفات ہونے کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ حضرات جناب امیر رضی اللہ عنہ کی متابعت سے ناکث اور ان کی اطاعت سے مارق اور ان سے جدا ہو جانے میں قاسط تھے، اگرچہ ان کے پاس ایسی تاویل تھی جو ان کو گناہ سے محفوظ رکھتی ہے، چنانچہ ظلم اور اساءت کی تقریر پہلے گزر چکی ہے کہ دونوں لفظ حدیث صحیح میں اس شخص کی نسبت بھی وارد ہوئے ہیں جو وضو میں اپنے اعضاء تین بار سے زائد دھوئے۔

اور دو سندوں سے کہ ان میں سے ایک میں کچھ لین اور دوسرے میں ضعف ہے مروی ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے (اپنی جماعت سے) ارشاد فرمایا کہ بقیۃ الاحزاب کی طرف چلو اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کو دیکھو، ہم تو کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے ہیں۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کی مراد بقیہ احزاب سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ رئیس الاحزاب تھے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کو دیکھو اس کے یہ معنی ہیں کہ تم لوگ جس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ احزاب کی طرف جاتے ہوئے فرمایا تھا (یعنی یہ کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں) وہ قول کہتے ہوئے نہ چلو جو منافقین کہتے تھے۔

حق سبحانہ نے دونوں فریق کے اقوال نقل فرمائے ہیں ولما رأى المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله و صدق الله ورسوله نیز فرمایا واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبهم مرض ما وعدنا الله و رسوله الا غرورًا (غرض قول صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہے نہ قول منافقین)

واقعہ تحکیم کی حقیقت پسندانہ تصویر

اور منجملہ ان امور کے قابل ذکر صفین کی ثالثی کا واقعہ ہے جس میں جناب امیرؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے عمروؓ بن عاص مقرر ہوئے تھے۔

ایک ایسی سند سے جس کی نسبت طبرانی کہتے ہیں کہ وہ میرے نزدیک باطل ہے مروی ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں دو گمراہ ثالث ہوں گے اور گمراہ ہے جو ان دونوں کی اطاعت کرے۔ اس پر حضرت ابوموسیٰؓ سے کہا گیا کہ دیکھئے ان دونوں میں سے آپ نہ ہوں۔

ایک اور روایت جس کی سند میں ایک متروک راوی ہے مذکور ہے کہ حضرت عمارؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جو شخص ہم پر جھوٹ باندھے وہ اپنی جگہ جہنم میں بنالے، اس کے بعد حضرت عمارؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ سے اس حدیث کے بارہ میں پوچھا کہ عنقریب میری امت میں ایک ایسا فتنہ ہوگا جس میں چلنے والے سے کھڑا رہنے والا بہتر ہوگا (اس حدیث میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کو مخصوص فرمایا، خطاب عام نہیں کیا، حضرت عمارؓ نے اشارۃً حضرت ابوموسیٰؓ پر اعتراض کیا بوجہ اس کے جو ان سے معاملہ ثالثی میں واقع ہوا (جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے حضرت ابوموسیٰؓ سے بمقتضائے الحرب خدعۃ) ایسا حیلہ کیا کہ ابوموسیٰؓ نے جناب امیر کرم اللہ وجہ کو خلافت سے علیحدہ کردیا پھر عمروؓ بن عاص جو آئے تو انہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ بنادیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عمروؓ بن عاص عرب کے ہوشیار اور چالاک لوگوں میں تھے اور حضرت ابوموسیٰؓ ایک بھولے اور سیدھے آدمی تھے، عمروؓ بن عاص کی چالاکی ان پر ایسی چل گئی کہ انہوں نے اپنے فیصلہ ثالثی میں حضرت علیؓ کو خلافت سے برطرف ہی کردیا، اس کے بعد عمروؓ بن عاص آئے اور انہوں نے حضرت معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کرلیا، اسی چال کے باعث حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی

برطرفی اور فریق ثانی کی خلافت کا اعتبار نہ کیا اور جس طرح قبل ثالثی کے ہو رہا تھا اسی میں لگے رہے۔ ایک اور روایت ہے جس کی سند میں ایسے دو راوی ہیں کہ جن کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ ان کو میں نہیں جانتا کہ جب دونوں ثالثوں میں اختلاف پڑا تو حضرت علیؓ منبر کوفہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہیں پہلے ہی ثالث مقرر کرنے سے منع کرتا تھا، مگر تم لوگوں نے نہ مانا، اس پر ایک جوان شخص کھڑا ہو گیا اور بہت سختی کے ساتھ جناب امیرؓ سے گفتگو کرنے لگا اور کہنے لگا کہ نہیں بلکہ آپ ہی نے ثالثی کا حکم دیا اور جب آپ کے خلاف فیصلہ ہوا تو آپ اس سے بیزاری ظاہر فرماتے ہیں۔ جناب امیرؓ نے جواب میں بہت سختی کی، اور فرمایا تو ایسی باتیں کر رہا ہے "چھوٹا منہ بڑی بات" خدا تیرا برا کرے اس کے بعد فرمایا خدا کی قسم اگر یہ گناہ ہے تو صغیرہ ہے اور اگر مستحسن ہے تو بڑی مشکوری کے قابل ہے۔ یہ اشارہ بالخصوص ثالثی کی طرف ہے جس میں گفتگو تھی یا عموماً آپ کی تمام لڑائیوں کی طرف ہے جو آپ سے اور حضرت عائشہ وطلحہ وزبیر و معاویہ رضی اللہ عنہم سے ہوئیں۔

حسنؓ اور معاویہؓ کے درمیان صلح واتحاد

اور منجملہ ان کے حضرت حسن اور معاویہؓ کے باہمی صلح کا واقعہ ہے۔ واضح رہے کہ اس کے بعد جو آئندہ بیان ہوگا اس میں اس کا مفصل تذکرہ آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک چلتی رہے گی۔ پس اگر ہلاک ہو گئے تو اور ہلاک شدہ لوگوں کا ایسا ان کا بھی حال ہوگا اور اگر ان کا دین درست نہ ہوا تو ستر برس تک درست ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ گزشتہ سال مراد ہیں یا آئندہ، فرمایا آئندہ اور ایک اور روایت میں ہے کہ چلتی رہے گی اسلام کی چکی پینتیس برس تک پس اگر بغیر لڑائی جھگڑے کے آپس میں صلح رکھیں گے، تو ستر برس تک دنیا سے فائدہ حاصل کریں گے۔

اس روایت کو حضرت حسن و معاویہؓ کے واقعہ صلح پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ

صلح اس مدت معین کے بعد واقع ہوئی ہے، ابتدا ہجرت سے لی جائے کیونکہ چالیسویں سال کے شروع میں جو کچھ واقع ہوا اس پر مابعد صادق آرہا ہے اور شاید جناب امیرؓ کی خلافت کو ذکر نہ کرنے کی جس کی مدت چار برس کے قریب ہوئی یہ وجہ ہوئی کہ آپ کا ایک دن بھی بوجہ اپنے کثیر مخالفین کے جنگ وجدال کے صفائی اور اطمینان سے نہیں گزرا۔

اس مدت تک دنیا سے فائدہ حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں علماء و مجتہدین پیدا ہوئے اور دین کا قیام جیسا اس مدت میں رہا بعد میں نہیں رہا۔

یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ نے لوگوں کو حضرت عثمانؓ کے قتل کرنے سے بہت مبالغہ کے ساتھ روکا اور ان سے کھلم کھلا کہہ دیا کہ اگر لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تو پھر کبھی ان کا کام درست نہ ہوگا جب تک ان کے چالیس ہزار آدمی نہ قتل ہو جائیں اور نیز عبداللہؓ بن سلام نے حضرت علیؓ کو "عراق" جانے سے منع کیا اور رسول خدا ﷺ کے جوار سے علیحدہ نہ ہونے کی سخت تاکید کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر آپ منبر شریف کو چھوڑ چلے جائیں گے تو پھر مدینہ میں لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوگا اور نیز یہ بھی کہہ دیا کہ جب جناب امیرؓ ہجرت کے چالیسویں سال سے قبل شہید ہو جائیں گے تو قریب ہی اس کے بعد صلح ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلافت سے کنارہ کش ہونے کے باعث حضرت حسن اور معاویہؓ میں باہم صلح ہو گئی۔

اور ایک روایت میں مروی ہے جس کے راوی ایک کے سوا سب صحیح احادیث کے راوی ہیں اگر چہ وہ بھی مختلف فیہ ہے مگر ذہبیؒ نے اس کی بابت کہا ہے کہ یہ ثابت قدم لوگوں میں سے ہیں اور مجھے ان کے متعلق کوئی جرح معلوم نہیں۔

وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص نے منبر پر چڑھ کر جناب امیرؓ پر کچھ اعتراض کیا پھر اسی طرح مغیرہؓ بن شعبہ نے اس پر حضرت حسنؓ سے کہا گیا کہ آپ بھی منبر پر چڑھ کر دونوں کا جواب دیجئے۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا جب تک تم لوگ اس کا وعدہ نہ کرو کہ اگر میں حق کہوں تو میری تصدیق کرو گے اور ناحق کہوں تو میری تکذیب کرو گے، اس وقت

تک میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ آخر (بعد عہد و پیمان) حضرت حسنؓ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بعد حمد و ثنا فرمایا اے عمروؓ اور اے مغیرہؓ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے سائق (نابینے کو پیچھے سے پکڑ کر لے جانے والا) اور قائد (نابینے کو آگے سے پکڑ کر لے جانے والا) پر لعنت فرمائی ہے جن میں ایک وہ فلاں شخص ہے۔ دونوں نے کہا ہاں۔ پھر فرمایا اے معاویہؓ و اے مغیرہؓ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے عمروؓ پر تمام ان جملوں کے ساتھ جن کے ساتھ لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں، لعنت فرمائی۔ انہوں نے کہاں ہاں۔ پھر فرمایا اے عمروؓ و اے معاویہؓ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی ﷺ نے اس شخص کی قوم پر لعنت فرمائی ہے، دونوں نے اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ نے فرمایا میں اس خدا کا شکر کرتا ہوں جس نے تم کو اس جماعت میں کیا جو علیؓ سے بیزاری ظاہر کرنے والی ہے حالانکہ علیؓ ایسے شخص تھے جن کو رسول خدا ﷺ نے کبھی برا نہیں کہا بلکہ ان کو غایت عظمت و جلال کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

اور ایک اور روایت ہے جس کے ایک راوی کے سوا جس کی نسبت حافظ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور سب راوی ثقہ ہیں کہ شدادؓ بن اوس حضرت معاویہؓ کے پاس گئے۔ وہاں عمروؓ بن عاص بھی موجود تھے۔ شدادؓ ان دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور فرمایا جانتے ہو میں یہاں کیوں بیٹھا۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا کہ جہاں ان دونوں کو یکجا دیکھو تو ان دونوں کے درمیان تفریق کر دو کیونکہ یہ دونوں غدر کے سوا اور کسی کام کے لیے مجتمع نہیں ہوتے، اس لیے میں نے چاہا کہ تم دونوں کے درمیان میں تفریق کردوں، اس حدیث کے متعلق پیشتر بحث ہو چکی ہے۔

اور ایک اور روایت ہے جس کا ایک راوی بہت ہی ضعیف ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو ایسی بڑی جماعتیں جن کا دعویٰ ایک ہوگا باہم قتال نہ کریں۔

حضرت علیؓ کا خوارج سے مقاتلہ

اور منجملہ ان امور کے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ' کا خوارج سے مقابلہ کرنا ہے جس میں حسب اخبار نبوی ﷺ بنص غیر محتمل التاویل، آپ امام عادل ہیں۔

ابو یعلیؒ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ ابو وائلؓ سے اس قوم کا حال پوچھا گیا جس کو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ' نے قتل کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ جب صفین میں اہل شام بہت مقتول ہوئے اور معاویہؓ اور ان کے ساتھی پہاڑ پر پناہ گزیں ہو گئے، عمروؓ بن عاص نے مشورہ دیا کہ حضرت علیؓ کے پاس قرآن شریف بھیج کر ان سے صلح کی درخواست کیجئے کیونکہ وہ قسم خدا کی کبھی اس درخواست کو رد نہ کریں گے، غرض معاویہؓ نے ایک ایسے شخص کو بھیجا جو قرآن شریف اٹھائے ہوئے اعلان کر رہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب

حضرت علیؓ نے فرمایا بیشک ہمارے تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے بلکہ میں کتاب اللہ کے ساتھ بنسبت تمہارے زیادہ قریب ہوں۔ صلح کا تذکرہ سن کر خوارج جن کو ہم اس زمانے میں قراء کہتے تھے اپنی تلواریں کندھے پر ڈالے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المومنینؓ آپ اس قوم یعنی اہل شام سے ہرگز صلح کی بات چیت نہ کیجئے یہاں تک کہ حق سبحانہ ہمارے اور ان کے درمیان میں فیصلہ کر دے۔ اس پر حضرت سہلؓ بن حنیف کھڑے ہوئے اور ان خوارج کو انکار صلح سے منع کیا اور دلیل یہ بیان کی کہ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کا میلان خاطر صلح کی جانب تھا مگر اکثر صحابہؓ صلح کے مخالف تھے، حالانکہ بھلائی صلح ہی میں تھی، آخر جب جناب امیرؓ نے ان خوارج کی ایک نہ سنی تو یہ لوگ نکل کھڑے ہوئے، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے بلانے کو آدمی بھیجا چنانچہ کچھ اوپر دس ہزار واپس آئے اور عنقریب ایک روایت آتی ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زائد تھی اور ایک روایت میں ہے کہ کم تھی اور شاید ہر ایک راوی نے اپنے علم کے موافق بیان کیا ہو جو لوگ ان خوارج کو واپس بلانے گئے تھے انہوں نے یہ کہا کہ اگر علیؓ نے صلح کر لی تو

ہم ان ہی سے لڑیں گے، ورنہ ان کی طرف سے ہو کر معاویہؓ سے لڑیں گے، یہ کہہ کر وہ متفرق ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ اب ہم کو ''معاویہؓ کے مقابلہ پر جانا چاہیے، یا دیار بکر کے خوارج کے مقابلہ پر، لوگوں نے کہا کہ ہم دیار بکر والوں کے مقابلہ پر جاتے ہیں، اس وقت جناب امیرؓ نے خوارج کی شان میں جو حدیث وارد ہوئی تھی بیان فرمائی، وہ حدیث یہ تھی کہ لوگوں کے اختلاف کے وقت ایک فرقہ ایسا پیدا ہوگا جس کو وہ جماعت جو دونوں گروہوں میں حق سے زیادہ قریب ہوگی قتل کرے گی، علامت ان خوارج کی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کا ہاتھ عورت کے پستان کی شکل پر ہوگا آخر جناب امیرؓ نے ''نہروان'' میں ان خوارج سے مقابلہ کیا، جس میں وہ کم بخت بھی ایسی سختی سے لڑے کہ جناب امیرؓ کی فوج کے قدم اکھڑ گئے اس وقت جناب امیرؓ نے اپنی فوج کو پکار کر کہا کہ اگر تم میرے لیے لڑتے تھے، تو خدا کی قسم میرے پاس اس کا معاوضہ دینے کے لیے کچھ نہیں ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کے لیے لڑتے تھے تو ہرگز تمہیں بھاگنا نہ چاہیے۔ یہ سن کر جناب امیرؓ کی فوج نے ایسا حملہ کیا کہ کایا پلٹ گئی اور بیچارے خوارج پٹ پڑ گئے اور واصل جہنم ہوئے، اس کے بعد جناب امیرؓ نے آدمی متعین کیے کہ (مقتولین خوارج میں) اس ''پستان نما ہاتھ'' والے کو تلاش کریں مگر اس کا پتہ نہ چلا اس پر بعض لوگ کہنے لگے کہ علیؓ نے ہمیں دھوکہ دیا جس سے ناحق ہم نے اپنے بھائیوں کا خون کر ڈالا، جب یہ خبر ملی تو آپ کے آنسو نکل پڑے، اور اپنی سواری کا جانور منگوا کر آپ اس پر سوار ہوئے اور مقتولین کے ڈھیروں میں جا کر ایک ایک کا پاؤں پکڑ کر کھینچنے لگے۔ آخر وہ شخص جس کو بطور علامت بتلایا گیا، اس کی آپ کو خبر دی گئی تو آپ نے خوشی میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے اور لوگ واپس ہو گئے اور جناب امیرؓ نے فرمایا کہ امسال اب ہم کہیں نہیں لڑیں گے آخر کوفہ لوٹ آئے اور وہیں آپ شہید ہو گئے اور حضرت حسنؓ خلیفہ بنائے گئے۔ شروع شروع میں آپ بھی اپنے والد ماجد کے حال پر چلے یعنی حضرت معاویہؓ کے خلاف رہے، آخر حضرت

معاویہؓ سے بیعت کر لینے کو آدمی بھیجا اور اس کی اطلاع آپ نے خزرج کے سردار قیسؓ بن سعدؓ بن عبادہ کو دی۔ قیسؓ مجمع صحابہؓ میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اے لوگو! اب دو باتیں رہ گئی ہیں یا تو جماعت میں داخل ہو جاؤ یا بلا امام کے مقاتلہ کرو، لوگوں نے کہا یہ کیا؟ قیسؓ نے کہا حسنؓ بن علی نے تو معاویہؓ کی بیعت کر لی، یہ سن کر لوگ چلے آئے اور حضرت معاویہؓ سے سب نے بیعت کر لی۔

اب حضرت معاویہؓ کو بجز نہروان کے خوارج کے اور کسی کی فکر نہ تھی آخر وہ بھی حضرت معاویہؓ کے سامنے آ کر گرے، اور ساڑھے تین سو کے سوا سب نے آپ کی بیعت کر لی۔

اب مناسب ہے کہ تم حدیث سابق میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے اس قول کو تقتلهم اقرب الطائفتین الی الحق اور دوسری ضعیف روایت میں جس کے الفاظ یہ ہیں تقتلهم اولی الطائفتین باللہ اقربهم الی اللہ عزوجل بغور و بنظر تنبہ دیکھو کہ اس قول نے حضرت معاویہؓ کی جماعت کے لیے بھی قرب الی الحق ثابت کر دیا کیونکہ ان کا فعل بھی اجتہاد پر مبنی تھا، جس پر ثواب ملتا ہے نہ عبث، جس پر عتاب ہو، جناب امیرؓ کے ارشاد سے حضرت معاویہؓ کی بڑی مدح اور ان کے اجتہاد کا قابل اعتبار ہونا ثابت ہوتا ہے اگر چہ وہ باغی کہے جائیں اور عنقریب یہ بھی بیان ہوگا کہ حضرت حسنؓ کی تفویض خلافت کے بعد، حضرت معاویہؓ کو ''نہروان'' والوں یعنی خوارج کے سوا اور کوئی فکر نہ تھی اور یہ کہ حضرت معاویہؓ بھی قتال خوارج میں جناب امیرؓ کے شریک رہے لہٰذا وہ بھی بعد جناب امیرؓ کے اقرب الی الحق ہیں۔

قرب الی الحق میں فریقین کے شریک ہونے کی دلیل یہ آیت کریمہ بھی ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما یعنی اگر دو گروہ مومنوں کے باہم قتال کریں تو ان دونوں فریق کو باوجود قتل و قتال کے مومن فرمایا جس میں ان لوگوں کے خیال باطل کی تردید ہے جو جناب امیرؓ سے لڑنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔

اور رسول خدا ﷺ نے بھی اپنے اس اعلان میں جو حضرت حسنؓ کی مدح میں منبر

پر دیا تھا فرمایا تھا کہ حق سبحانہ اس کے (یعنی حسنؓ کے) ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعت میں صلح کروا دے۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے دونوں جماعتوں کے لیے اسلام کو ثابت فرمایا جس طرح اللہ جل شانہ نے دونوں کے لیے ایمان کو ثابت فرمایا تھا اور اسلام و ایمان دونوں آخرت میں قابل اعتبار ہونے کی حیثیت سے لازم وملزوم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ شرعاً یہ ممکن نہیں کہ اسلام بغیر ایمان کے، یا ایمان بغیر اسلام کے پایا جائے بلکہ جو شخص دل سے ایمان لائے اور باوجود قدرت کے زبان سے اقرار نہ کرے، وہ باتفاق کافر ہے بلکہ امام نوویؒ تو اس کو اجماعی مسئلہ فرماتے ہیں اگرچہ دعوائے اجماع میں نزاع ہے۔

اور ایک اور روایت ہے جس کی سند میں ایک مختلف راوی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ خوارج کو کس نے قتل کیا؟ لوگوں نے کہا علیؓ، نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ خوارج کو میری امت کے بہترین لوگ قتل کریں گے اور یہ خوارج بدترین امت ہوں گے۔

اور ایک اور روایت میں ہے جس کے راوی ثقہ ہیں کہ حضرت صدیقہؓ نے حضرت علیؓ کے قتل کے زمانے میں شداد بن ہادیؒ سے خوارج کا حال دریافت کیا اور مقصود یہ تھا کہ "عراق" والوں نے حضرت صدیقہؓ کی خدمت میں حضرت علیؓ کی طرف سے چھوٹی چھوٹی باتیں بیان کی تھیں۔ اس لیے ان کی خواہش ہوئی کہ ان باتوں کو جانچ لیا جائے، اسی لیے شدادؒ جب کوئی بات بیان کرتے تو آپ ان سے حلفیہ پوچھتیں اور وہ قسم کھایا کرتے۔ شدادؒ کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان میں صلح کی بات چیت ہوئی اور ثالثوں نے فیصلہ کر دیا تو آٹھ ہزار خوارج (جن کا لقب پہلے قراء تھا) حضرت علیؓ سے باغی ہو گئے اور "کوفہ" کے ایک مقام میں جس کو "حرورا" کہتے تھے آ کر ٹھہر گئے۔ ان کا قول تھا کہ علیؓ نے وہ قمیص (خلافت) جو خدا کی طرف سے انہیں عنایت ہوا تھا اتار ڈالا اور جو نام کہ خدا نے ان کا رکھا تھا (یعنی خلیفۃ

الرسول) اس سے نکل گئے کیونکہ خدا کے دین میں انہوں نے ثالث مقرر کیا۔ حالانکہ فیصلہ خدا ہی کا فیصلہ ہے۔ جناب امیرؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے مصحف امام (یعنے حضرت عثمانؓ کے مصحف) کو منگوایا اور اپنے سامنے رکھا پھر آپ قرآن مجید پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے مصحف تو لوگوں سے کچھ کہہ تو سہی اور اس فعل سے خوارج کی حماقت ظاہر کرنا مقصود تھی، اور ان کے اس قول کا کہ ہمارے اور انکے درمیان میں کتاب اللہ ہے رعد کرنا مدنظر تھا کہ کتاب اللہ خود بولتی نہیں بلکہ علمائے کتب اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنینؓ آپ مصحف سے کیا پوچھتے ہیں وہ تو صرف کاغذ اور روشنائی ہے اور ہم تو جو کچھ اس میں دیکھتے ہیں اس کے موافق کہتے ہیں۔ جناب امیرؓ نے فرمایا تمہارے اصحاب جو میرے دوست تھے اور اب مجھ سے باغی ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے کہ ان کو میرے ثالثی کے فعل پر اعتراض ہے، بیشک ہمارے اور ان کے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ زوجین کے بارے میں فرماتا ہے۔ "وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حكمًا من اهله وحكمًا من اهلها ان يريدا اصلاحًا يوفق الله بينهما"۔ یعنی اگر زوجین میں باہم مخالفت کا تمہیں خوف ہو تو دونوں کے قرابت مندوں میں سے ایک ایک ثالث مقرر کرو اگر یہ دونوں صلح کرانا چاہیں تو اللہ ان دونوں میں موافقت کرا دے گا۔ امت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت یا ذمہ داری ایک زن و مرد سے بہت زیادہ ہے (لہٰذا اگر امت کی بہبودی کے لیے میں نے ثالث منظور کیا تو اس میں کیا جرم ہوا) اور نیز خوارج مجھ سے اس وجہ سے بھی ناراض ہیں کہ میں نے معاویہؓ سے صلح نامہ لکھ پڑھ لیا حالانکہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اور اہل "مکہ" کے درمیان میں صلح نامہ لکھا، پھر میرے اور معاویہؓ کے صلح نامہ پر کیا اعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنته لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر یعنی تم لوگوں کو رسولؐ خدا کے افعال و اقوال میں عمدہ پیروی ہے (خاص کر) اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور قیامت کی امید رکھتا ہو۔ اس کے بعد جناب امیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ

کو خوارج کی تفہیم کے لیے بھیجا ''شدادؓ'' کہتے تھے میں بھی ان کے ساتھ گیا جب ہم ان کے لشکر میں پہنچے تو ایک شخص ان میں سے کھڑا ہوا اور اس نے خطبہ پڑھا جس میں وہ اپنے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ اے حاملین قرآن یہ شخص عبداللہؓ بن عباسؓ ہیں، پھر لوگوں کو ان کی پیروی سے ڈرایا اور وجہ یہ بیان کی یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت آیت قوم خصمون نازل فرمائی گئی۔

آخر عبداللہؓ بن عباسؓ وہاں تین دن ٹھہرے اور ان کو نصیحت کرتے رہے چنانچہ ان میں سے چار ہزار اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوئے اور وہ جناب امیرؓ کے پاس ''کوفہ'' آ کر حاضر ہو گئے۔

اس کے بعد پھر جناب امیرؓ نے ان میں سے باقی لوگوں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان میں جو معاملہ ہوا وہ تو تم دیکھ چکے، اب تم جہاں چاہو ٹھہرو ہمارے تمہارے درمیان میں یہ معاہدہ ہے کہ تم خون ناحق نہ کرو قطع طریق (یعنی مسافروں کی لوٹ مار) نہ کرو عہد نہ توڑو اگر ایسا کرو گے تو پھر ہمارے تمہارے درمیان میں لڑائی ہوگی، کیونکہ ان اللہ لا یحب الخائنین یعنی اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ شدادؓ کہتے تھے کہ جب تک خوارج نے خلاف معاہدہ کوئی کام نہ کیا تو جناب امیرؓ نے ان سے قتال نہ کیا۔

پھر حضرت صدیقہؓ نے شدادؓ سے اس شخص کا حال پوچھا جس کی خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی کہ وہ شخص ان لوگوں کے درمیان میں ملے گا اور اس کا نام ذوالثدیہ ہوگا، شدادؓ نے بیان کیا کہ بیشک ہم نے اس کو دیکھا اور جب ہم علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مقتولین خوارج کے ڈھیر میں اس شخص کے پاس پہنچے تو جناب امیرؓ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم اس کو پہنچانتے ہو، اکثروں نے کہا، ہاں ہم نے اس کو فلاں مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا تھا۔ حضرت صدیقہؓ نے پوچھا کہ علیؓ جس وقت اس شخص کے پاس پہنچے تو کیا کیا۔ شدادؓ نے کہا ہم نے ان کو ''صدق اللہ ورسولہ'' کہتے ہوئے سنا۔ حضرت صدیقہؓ نے

پوچھا اور بھی کچھ فرمایا۔ شدادؓ نے جواب دیا نہیں۔ حضرت صدیقہؓ نے فرمایا صدق اللّٰہ ورسولہ۔ (اس سے حضرت صدیقہؓ کو جناب امیرؓ کی تصدیق منظور تھی۔)

حضرات شیخینؓ علیؓ کی نظر میں

اہل عراق جناب امیر پر طرح طرح کے افترا کیا کرتے تھے، اور ان کے کلام میں اپنی طرف سے الحاق کر دیا کرتے تھے اور بطریق صحیح ثابت ہے کہ جب جناب امیرؓ حضرت طلحہؓ اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے کیلئے ''بصرہ'' تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا کہ یہ جنگ رسول خدا ﷺ کی وصیت یا عہد سے ہے یا جس طرح اس وقت تمام امت مختلف ہو رہی ہے، آپ بھی اپنی رائے سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں فرمایا ہاں، فقط میری رائے ہے۔ رسول خدا ﷺ نے اس کے متعلق کوئی وصیت نہیں کی۔ یہ قول جناب امیرؓ کی روایت سابقہ کے معارض نہیں ہے جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے رسول خدا ﷺ نے ''ناکثین قاسطین مارقین'' کے قتل کا حکم دیا ہے، باوجودیکہ آنحضرت ﷺ نے دفعۃً انتقال نہیں فرمایا، بلکہ آپ کئی دن حالت مرض میں حجرہ شریف میں رونق افروز رہے اور ابوبکرؓ کو نماز میں امام کرنے کا حکم دیا کیونکہ آپ ان کے مرتبہ سے واقف تھے اور بیشک تمام مسلمانوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی اور ہم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی، اور ان کی متابعت کی، چنانچہ جب وہ مجھے جہاد میں بھیجتے تو میں جہاد کو جاتا اور جب کچھ مجھے دیتے تو میں لے لیتا اور ہمیشہ ابوبکرؓ کے ساتھ حدود الٰہی کے قائم کرنے میں تازیانہ بنا۔ ہاں پس اگر یہ خلافت کوئی ملکیت ہوتی تو ابوبکرؓ مرتے وقت اپنے بیٹے کو دے جاتے، مگر انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ حضرت عمرؓ کو دے گئے، آخر لوگوں نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہم نے بھی سب کے ساتھ بیعت کی، پھر عمرؓ جو کچھ مجھے دیا کرتے تھے میں لے لیتا تھا اور جب کبھی جہاد میں بھیجتے تھے تو میں جاتا تھا اور میں ہمیشہ حدود الٰہی کے قائم کرنے میں عمرؓ کے سامنے تازیانہ بنا رہا پس اگر یہ خلافت ان کی ملکیت ہوتی تو عمرؓ اپنے بیٹے کو دے جاتے مگر انہوں نے اس کو

اچھا نہ سمجھا کہ جماعت قریش میں سے کسی خاص شخص کو منتخب کریں تا کہ اس کا استحقاق دوسروں سے زیادہ ثابت ہو اس لیے انہوں نے چھ آدمیوں کو منتخب کیا، آخر جب ہم لوگ (منتخب شدہ خلیفہ کے تقرر کیلئے) جمع ہوئے تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس شرط پر کہ وہ خود خلیفہ نہ ہوں گے ہم لوگوں سے عہد لیا کہ ہم باقی پانچ اشخاص میں سے جس کو چاہیں خلیفہ تسلیم کر لیں پس ہم لوگوں نے ان کو مختار کر دیا اور انہوں نے عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان سے بیعت کر لی، اس وقت میرے دل میں کچھ خلش پیدا ہوئی مگر میں نے دیکھا کہ میرا عہد میری بیعت سے پہلے ہو چکا ہے، لہٰذا میں نے بیعت کر لی اور عثمانؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا پس جب وہ مجھے جنگ میں بھیجتے تو میں اس میں شریک ہوتا اور جب کچھ مجھے دیتے تو میں لے لیتا، اور حدود الٰہی کے قائم کرنے میں عثمانؓ کے ساتھ تازیانہ بنا رہا۔

پھر جب وہ شہید ہو گئے تو خلافت کیلئے وہ لوگ کود پڑے، جو میرے ایسے نہ تھے اور نہ ان کی قرابت میری قرابت جیسی تھی، نہ ان کے علم کو میرے علم سے کچھ مساوات تھی نہ ان کی سبقت اسلامی میری سبقت کے مساوی تھی، غرض میں ہر طرح مستحق خلافت تھا، اس کے بعد جناب امیرؓ سے زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہما کی مخالفت کا سبب دریافت کیا گیا۔ فرمایا ان دونوں نے ''مدینہ'' میں میری بیعت کی اور پھر میرے مخالف ہو گئے اور اگر کوئی شخص ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیعت کر کے خلاف ہو جاتا تو بیشک ہم اس سے بھی مقاتلہ کرتے، اور بطریق صحیح ثابت ہے کہ خوارج جب جناب امیر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے تو آپ نے ان سے مقاتلہ کا ارادہ کیا اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کے پاس جا کر دیکھوں کہ وہ کس بات سے ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ تشریف لے گئے اور خوارج سے مناظرہ کیا چنانچہ بیس ہزار تو جناب امیرؓ کی خدمت میں لوٹ آئے فقط چار ہزار (بدبخت) رہ گئے جن کو ایک ایک کر کے جناب امیرؓ نے تلوار کے گھاٹ اتار دیا فقط دس آدمی باقی بچے تھے۔

خوارج کی ناراضگی کے اسباب

جن باتوں سے وہ خوارج ناراض تھے، وہ باتیں یہ تھیں:

(۱) ثالثی۔ باوجودیکہ جناب امیر خود الحکم اللہ فرماتے تھے۔ اس کے جواب میں حضرت ابن عباسؓ نے وہی کہا جو جناب امیرؓ سے پہلے منقول ہو چکا ہے کہ ثالثی کا حکم حالت احرام میں شکار کرنے اور نیز زن وشوہر کے درمیان میں صلح کرا دینے کے باب میں (قرآن مجید میں) وارد ہو چکا ہے تو دنیاوی امور میں ثالثی بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے، چنانچہ اس جواب کو خوارج مان گئے۔

(۲) دوسرا اعتراض یہ تھا کہ جناب امیرؓ نے حضرت عائشہؓ وغیرہ سے مقاتلہ کیا، مگر غالب ہو جانے کے بعد نہ ان کو قیدی بنایا، نہ ان کا مال غنیمت میں لیا، اس کا جواب ابن عباسؓ نے یہ دیا کہ حضرت صدیقہؓ بنص قرآنی ام المومنین ہیں، اگر تم اس کا انکار کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے، اور ام المومنینؓ کو قیدی بنا کر اپنے پاس رکھنا اگر جائز سمجھو گے تب بھی کافر ہو جاؤ گے، آخر خوارج نے اس بات کو بھی تسلیم کر لیا۔

(۳) تیسرا اعتراض یہ تھا کہ جناب امیرؓ نے صلح کے معاملہ میں اپنے کو مسلمانوں کی امارت سے نکال دیا اس کے جواب میں ابن عباس نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ "صلح حدیبیہ" میں کفار کی اس بات پر کہ "علی کرم اللہ وجہہ نے جو صلح نامہ میں آپ کو رسولؐ اللہ لکھ دیا ہے مٹا دیا جائے متفق ہو گئے" اور رسولؐ اللہ کے لفظ کو مٹا دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ خواہ ہمیں جھٹلاؤ مگر ہم تو اللہ کے رسولؐ ہیں، پس یہی حال علیؓ کا ہے کہ یہ ثالثی ان کے واقعی امیر المومنین ہونے میں کچھ مضر نہیں۔ اس جواب کو بھی خوارج نے تسلیم کر لیا فقط چار ہزار خوارج منکر رہے جن کے قتل کرنے کا امیر المومنین نے پختہ ارادہ کر لیا مگر بعض اصحاب علیؓ کو ان خوارج کی کثرت عبادت اور ان کی قرأت قرآن کی عجیب وغریب حالت کو دیکھ کر کہ قرأت میں ان کی آواز شہد کی مکھی کی آواز سے مشابہ ہے قتال میں توقف ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا

کہ اس جماعت کے دس آدمی بھی نہ بچیں گے یعنی دس سے کم شاہد بچ رہیں، اور میری جماعت میں سے دس بھی قتل نہ ہوں گے چنانچہ جیسا جناب امیرؓ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔
نیز جناب امیرؓ نے ارادہ جنگ کے وقت فرمایا کہ میں خوارج کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجنا چاہتا ہوں، جو ان کو ''کتاب اللہ'' اور ''سنت رسول اللہ'' کی طرف بلائے لیکن یہ سمجھ لو کہ جو شخص اس کام پر مقرر کیا جائے گا اس کو وہ قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سن کر سب لوگ ڈر گئے اور ایک نوجوان شخص کے سوا کوئی اس کام کیلئے نہ نکلا پھر بھی آپ نے اشتہار دیا مگر خوارج کے یہاں، اس کام کیلئے جانے کے واسطے سوا اس نوجوان کے کوئی نہ نکلا پھر آپ نے دوبارہ کہا مگر وہی نوجوان نکلا۔ پس آپ نے اس کو قرآن مجید دیا کہ اس کو لے کر ان خوارج کے پاس جاؤ وہاں ان ظالموں نے اس کو قتل کر ڈالا۔

آخر جب ان خوارج کے قتل سے آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کو اس شخص یعنی ذوالثدیہ کی تلاش کیلئے بتاکید فرمایا آخر اس بے ایمان کی نعش ایک گڑھے میں جہاں پانی جمع تھا ملی اور وہ سیاہ ہو رہا تھا اور اس سے بدبو آرہی تھی اس کے ہاتھ کی جگہ پستان کے مانند ایک چیز تھی جس پر کئی بال نکلے ہوئے تھے جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ صدق اللّٰہ ورسولہ پھر جب یہ خبر حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے امت محمد ﷺ کو مشکل سے نجات دی، جناب امیرؓ نے فرمایا کہ ان ظالموں کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ اگر امت رسول اللہ ﷺ میں سے تین شخص بھی بچیں گے تو ان میں ایک ان خوارج کی رائے پر ضرور ہوگا، بیشک وہ لوگ اپنے باپوں کی پشت اور اپنی ماؤں کے رحم میں ہیں۔ جناب امیرؓ کا ارشاد بہت بجا ہے، یہ خوارج اب بھی بہت ہیں بلکہ ''عمان'' جیسے وسیع ملک میں اور ''بلاد مغرب'' کے ''قریوں'' اور ''ہند'' کے جزائر وغیرہ میں بے حساب موجود ہیں اور امام احمدؒ وغیرہ نے اس حدیث کو کہ خوارج جہنم کے کتے ہیں، روایت کیا ہے۔ صحابیؓ راوی حدیث سے کہا گیا، زرافہ فقط مراد ہے یا کل خوارج، فرمایا کل خوارج اور ان کا بڑا گناہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی عداوت میں وہ بہت بڑھ گئے۔

اور ایک روایت میں جو ثقہ راویوں سے مروی ہے مذکور ہے کہ جناب امیرؓ نے منبر پر فرمایا میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو غلو کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، دوسرے وہ جو مجھ سے بغض رکھتے ہیں۔ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہاری مثال عیسیٰؑ بن مریمؑ کی سی ہے جن سے یہود نے ایسی عداوت کی کہ ان کی ماں پر بھی بہتان لگایا اور نصاریٰ نے ان سے ایسی محبت کی کہ جو جگہ ان کے لائق نہ تھی، وہاں ان کو پہنچا دیا اس کے بعد جناب امیرؓ نے فرمایا کہ اسی طرح میرے بابت دو گروہ ہلاک ہوں گے وہ مدعیان محبت جنہوں نے مجھ کو بڑھایا اور جو بات مجھ میں نہ تھی اس کو بیان کیا۔ دوسرے وہ افترا پرداز دشمن جن کو میری عداوت نے میرے اوپر بہتان لگانے سے باز نہیں رکھا، پس خبردار ہو جاؤ نہ میں نبی ہوں، نہ میرے پاس وحی آتی ہے۔ میں فقط کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حتی الوسع عمل کرتا ہوں پس جو کچھ میں تمہیں خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری کے متعلق حکم دوں اس میں میری اطاعت تم پر لازم ہے خواہ تم اس کو پسند کرو یا نہ کرو۔

اور بعض قابل ذکر وہ امور اور فتنے ہیں جو گزشتہ امور کے اصل سبب اور باعث ہیں ان کے جاننے کی ضرورت اس سبب سے ہے کہ وہ نادر الوجود ہیں اور اکثر کتب مشہورہ ان سے خالی ہیں۔

یزید کی ولی عہدی

منجملہ ان کے یہ روایت ہے جس کے راوی سب صحیح احادیث کے راوی ہیں کہ حضرت معاویہؓ کا جب ارادہ ہوا کہ اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنائیں تو ''مدینہ'' میں اپنے عامل کو لکھ بھیجا کہ کسی شخص کو وفد بنا کر میرے پاس بھیجو، عامل نے عمروؓ بن حزم انصاری کو بھیجا۔ جب یہ پہنچے اور حضرت معاویہؓ سے ملاقات کے لیے اذن چاہا تو اجازت نہیں ملی، اور دربان کو حکم ملا کہ عمروؓ بن حزم سے کہو جو کچھ مانگنا ہو مانگے۔ انہوں نے کہا ہمیں ملاقات کے سوا اور کچھ نہیں چاہئے۔ آخر کئی دن کے بعد ملاقات ہوئی۔ اس وقت حضرت معاویہؓ نے دریافت کیا کہ کوئی حاجت ہے؟ عمروؓ بن حزم نے بعد حمد و ثنا کے بیان فرمایا کہ بیشک معاویہؓ

کا بیٹا ملک اور تمام چیزوں سے مستغنی ہو گیا ہے اور ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک جس بندے کو خدائے تعالیٰ اس کی رعیت کا راعی بناتا ہے اس کی رعیت کی اس سے باز پرس فرمائے گا۔ حضرت معاویہؓ نے جواب میں فرمایا تم کوئی خیر خواہ شخص معلوم نہیں ہوتے، فقط اٹکل سے کہتے ہو۔ خلافت کے لیے میرے اور دوسرے صحابہؓ کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا اور میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ مستحق ہے۔ پھر عمرو بن حزمؓ سے پوچھا کہ آپ کو کوئی حاجت ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ سے کوئی حاجت نہیں ہے۔

یزیدی فوجوں کی مدینہ پر چڑھائی

اور ایک روایت جس کے ایک راوی کی ابوزرعہؒ نے تضعیف اور ابن حبانؒ وغیرہ نے توثیق کی ہے اور ایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے لکھا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا، مروی ہے کہ جب معاویہؓ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یزید سے فرمایا کہ کل شہر تیرے قدموں کے نیچے ہیں اور تمام لوگ تیرے مطیع ہو گئے ہیں اور مجھے بجز "حجاز والوں" کے تیرے لیے اور کسی سے خوف نہیں معلوم ہوتا اگر ان کی طرف سے تجھے کچھ خلاف معلوم ہو تو مسلم بن عقبہ عامری کو بھیجنا کیونکہ ہم نے اس کو آزمالیا ہے۔ آخر جب یزید کو ابن زبیرؓ کی مخالفت کا حال معلوم ہوا تو یزید نے مسلم کو ایسی حالت میں کہ اس پر فالج گرا تھا، اپنے باپ کا کلام سنایا یہ سن کر اس کمبخت نے فوج کشی کر دی اور جب "مدینہ" پہنچا تو تین دن کے لیے عام اجازت (قتل وغارت وغیرہ) دے دی اس کے بعد اس (ظالم) نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت کے لیے کہا کہ ہر حالت میں خواہ خدا کی اطاعت ہو یا معصیت، یزید کا اتباع کرو سب نے قبول کر لیا سوائے ایک قریشی کے جس کو اس نے بعد میں قتل کر ڈالا، اس پر اس قریشی کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر خدا نے مجھے مسلم پر حالت زندگی میں، یا مرنے کے بعد قدرت دی تو میں ضرور اس کمبخت کو آگ میں جلاؤں گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مسلم مدینہ سے نکلا، تو قریب "مدینہ" کے وہ مر گیا اس وقت وہ عورت اپنے غلاموں کو لیے ہوئے پہنچی اور سر کی طرف سے قبر کھودنے کا حکم دیا، جب نعش تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک

اژدہا اس کی گردن میں لپٹا ہوا اس کی ناک منہ میں لیے چوس رہا ہے۔ غلام ڈر کر ہٹ گئے اور اس عورت کو خبر دے کر کہا کہ خداوند تعالیٰ نے خود تیرا بدلہ لے لیا، مگر اس عورت نے نہ مانا اور پاؤں کی طرف سے کھودنے کا حکم دیا، کہ وہی اژدہا اپنی دم اس کے دونوں پاؤں میں لپٹے ہوئے ہے۔ اسی وقت اس عورت نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ یا اللہ اگر تیرے علم میں اس دن میں مسلم پر محض تیرے ہی لیے غصہ ہوئی تھی تو اب میرے اور اس کے درمیان سے اس اژدھے کو ہٹا دے، اس کے بعد اس نے ایک لکڑی لی اور اژدھے کی دم کی طرف ماری تو اژدھا سر کی طرف سے ہو کر قبر سے نکل گیا پس اس نے نعش کو قبر سے نکلوا کر جلا دیا اور ایک روایت جس میں ایک راوی متروک ہے۔ مروی ہے کہ ان بدکردار لشکریوں میں سے زمانہ حرہ میں ایک جماعت حضرت ابوسعید خدریؓ کے پاس گئی اور ان لوگوں نے گھر میں کچھ پایا اٹھالائے، پھر دوسرا گروہ گیا جب اس نے کچھ نہ پایا تو حضرت ابوسعیدؓ کو تکلیف دینا شروع کی اور ہر شخص نے آپ کی ریش مبارک سے ایک ایک چٹکی بال نوچنا شروع کیے۔ (خذلهم الله تعالیٰ)

اور ایک روایت میں جس کی سند میں چند راوی ایسے ہیں کہ جن کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنی بیعت کرنے کے متعلق لکھا اور انہوں نے انکار کر دیا تو اس پر یزید کو گمان ہوا کہ ابن عباسؓ نے میری رعایت کی وجہ سے ابن زبیرؓ کی بیعت سے انکار کیا ہے لہٰذا اس نے ابن عباسؓ کو اپنی بیعت اور ابن زبیرؓ سے متنفر کرانے کے لیے لکھا اور پورا انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس کا جواب ابن عباسؓ نے یزید کو لکھا اور اس کی خوب برائی بیان کی، اور لکھ دیا کہ میں نے ابن زبیرؓ کی بیعت سے انکار یزید کے انعام کی امید پر اور یزید کو مستحق خلافت سمجھ کر نہیں کیا اور نہ میں کسی کو یزید کی طرف بلاؤں گا اور نہ کسی کو ابن زبیرؓ سے متنفر کروں گا۔ یزید کو چاہیے کہ وہ اپنا انعام و احسان اپنے پاس رکھے کیونکہ میں نے بھی اس کی خدمت و اعانت کو اپنے پاس رکھا ہے اس کے بعد ابن عباسؓ یزید کے باپ پر برس پڑے کہ انہوں نے زیاد کو

اپنا بھائی بنا لیا اور یزید کی خوب خبر لی کہ اس نے اہل بیت نبوت کی توہین کی یہاں تک کہ حضرت حسینؓ اور اکثر اہل بیت کو قتل کر ڈالا، ان کی اولاد کو قید میں رکھا اور ''مدینہ منورہ'' اور اہل مدینہ کی بے حرمتی کی، حتیٰ کہ لوٹ مار اور خونریزی کو وہاں جاری کیا۔ اور ایک روایت میں ہے جس کی سند میں وہ شخص ہے جس کی ابن حبانؒ نے توثیق کی ہے اور ابوزرعہؒ وغیرہ نے تضعیف کی ہے کہ فوج مخالف میں جب معاویہؓ کا انتقال ہو گیا تو ابن زبیرؓ نے یزید کو اعلانیہ برا بھلا کہنا شروع کیا اور لوگوں کو اپنی بیعت کی طرف بلایا اس پر یزید نے ایک لشکر مسلم بن عقبہ کی سپردگی میں روانہ کیا اور اس کو پہلے اہل ''مدینہ'' اور بعد اس کے اہل ''مکہ'' سے لڑنے کا حکم دیا۔

یزیدی افواج کی مکہ مکرمہ پر چڑھائی

غرض لشکر روانہ ہوا اور اس ظالم نے کئی دن تک ''مدینہ'' میں خوب ہی خونریزی کی اس کے بعد ''مکہ معظمہ'' کی طرف چلا مگر موت نے آ دبوچا۔ اس وقت اس نے حصین کندی کو اپنا نائب بنایا اور ان سے کہا کہ اے ابن برذعۃ الحمار، قریش کے مکر و فریب سے بچتے رہنا، ان سے بالکل منافقانہ معاملہ کرنا، چنانچہ وہاں پہنچ کر اس نے کئی دن تک ابن زبیرؓ سے بازار قتال گرم رکھا۔ حضرت ابن زبیرؓ نے ایک ایسی مسجد میں، جس میں عورتیں زخمیوں کا علاج اور ان کی تیمارداری کیا کرتی تھیں، خیمہ لگایا۔ ایک روز حصین نے کہا کہ اس خیمہ سے روزانہ ایک شیر ہم پر حملہ کیا کرتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیر اپنے کچھار سے نکل آیا۔ پس کون شخص ہے جو ہم کو اس سے نجات دے۔ ایک شامی بولا کہ میں۔ آخر جب رات ہوئی تو اس نے شمع تیر میں باندھ کر خیمہ پر ماری جس سے وہ خیمہ جل گیا اور ''خانہ کعبہ'' میں حضرت اسحاقؑ کے (فدیہ والے) مینڈھے کے سینگ تھے وہ بھی جل گئے۔ یہ اس روایت کی بناء پر ہے جس میں حضرت اسحاقؑ کو ذبیح بیان کیا گیا ہے مگر صحیح روایات اس کے خلاف ہیں ان میں حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبیح بیان کیا گیا ہے۔

پھر لشکر یزید کو یزید کے انتقال کی خبر پہنچی جس کی وجہ سے تمام لشکر متفرق ہو گیا یزید

کے مرنے کے بعد مروان دعویدار سلطنت کھڑا ہوا اور ''حمص'' اور ''اردن'' کے لوگ اس کے تابع ہو گئے، تب اس کی طرف حضرت ابن زبیرؓ ایک لاکھ فوج لے کر بڑھے اور مروان کی جمعیت تھوڑے سے بنی امیہ اور ان کے غلاموں کی تھی اس لیے ان کو خوف ہوا مگر مروان نے کہا (مخالف جماعت میں اتنے لوگ پکڑے باندھ کے آئے ہیں لڑائی میں ٹھہر نہیں سکتے (پھر ان سے ڈرنا کیا) غرض مروانیوں نے ایسا حملہ کیا کہ سب بھاگ گئے اور ان کا سردار قتل ہوا۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت

پھر جب مروان مرا تو عبدالملک اس کا بیٹا دعویدار کھڑا ہوا اس کے تابع اہل ''شام'' ہو گئے، اس وقت اس نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ تم میں سے کون شخص ابن زبیرؓ کے مقابلے کے لیے تیار ہے۔ (کمبخت) حجاج بولا۔ ''میں یا امیر المومنین کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ہم لوگوں نے ایک قمیص چھینی ہے جس کو آپ نے پہن لیا ہے'' غرض عبدالملک نے اس کو متعین کر دیا اور اس نے ''مکہ معظّمہ'' پہنچ کر ابن زبیرؓ سے مقاتلہ شروع کیا ابن زبیرؓ نے اہل مکہ سے کہہ دیا تھا کہ ان دونوں پہاڑوں کی تم لوگ خوب حفاظت رکھنا۔ جب تک ان کی حفاظت رکھو گے تم ضرور غالب رہو گے مگر اہل مکہ نے اس میں کوتاہی کی، پس تھوڑی دیر میں حجاج مع فوج کے ابوقیس پر چڑھ گیا اور وہاں سے منجنیق پھینکنا اور حضرت ابن زبیرؓ کو مسجد شریف میں مارنا شروع کر دیا۔

جس دن آپ شہید ہوئے، اپنی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے ان کی عمر اس وقت سو برس کی تھی مگر نہ کوئی دانت گرا تھا اور نہ بصارت میں فرق آیا تھا۔ حضرت اسماءؓ نے قوم کا حال پوچھا، ابن زبیرؓ نے ان کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ مرنے میں بیشک راحت ہے۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ مجھے تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم بغیر ملک کے مالک ہوئے نہ مرو تا کہ میری آنکھ ٹھنڈی رہے، اور اگر تم شہید ہو جاؤ گے تو میں خدا کے واسطے صبر کروں گی، پھر حضرت اسماءؓ نے ان کو بوقت رخصت وصیت کی کہ مرنے سے ڈر کر بزدلی نہ

اختیار کرنا۔

غرض والدہ کے پاس سے چلے آئے اور ''حرم شریف'' میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے لیے ''کعبہ'' کا دروازہ کھول دیں جس میں آپ وہاں پناہ گزین ہو جائیں۔ فرمایا نہیں۔ اس کے بعد متفرق جماعت کے لوگ مسجد شریف میں آنے شروع ہوئے، اور آپ ان ظالموں میں سے ہر ایک کو نکالتے تھے۔ (اتفاق سے) ایک بار خود کر گئے۔ اس وقت وہ سب بے ایمان آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپؓ کا سر جدا کر دیا۔ اور بطریق صحیح ثابت ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے فرمایا کہ کعبؓ احبار نے جو کچھ کہا ہم نے سب دیکھ لیا، فقط ایک بات رہ گئی ہے کہ ''قبیلہ ثقیف'' کا ایک جوان مجھے قتل کرے گا چنانچہ ''حجاج'' نے آپ کو شہید کیا۔ غرض کعبؓ کا ارشاد پورا ہوا۔

اور ایک روایت میں ہے جس کے راویوں کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ دشمنوں کی ایک جماعت آپ کو مسجد سے نکال لے گئی۔ اتفاقاً مسجد کی ایک لکڑی آپ کے سر مبارک پر گر گئی جس کے صدمہ سے آپ گر پڑے اس وقت ان بے ایمانوں کو موقع مل گیا اور آپ کو شہید کر دیا۔

اور یہ بھی صحیح ہے کہ حجاج نے حضرت ابن زبیرؓ کو سولی پر چڑھا دیا تھا تا کہ قریش آپ کو دیکھیں۔ قریش آپ کے پاس سے گزرتے تھے مگر کوئی وہاں ٹھہرتا نہ تھا لیکن حضرت ابن عمرؓ وہاں ٹھہرے اور فرمایا کہ یہ شخص (یعنی ابن زبیرؓ) بڑا ازور رکھنے والا اور شب بیدار اور صلہ رحم کرنے والا تھا۔ یہ خبر ''حجاج'' کو ملی تو اس نے ابن زبیرؓ کو سولی سے اتارنے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ ان کی نعش یہود کی قبروں میں ڈال دی جائے۔ یہود سے اس مردود کی مراد مطلق مشرکین تھے نہ یہ کہ کوئی یہودی حرم شریف جاتا تھا اور وہاں مرتا تھا اور مدفون ہوتا تھا۔

اس کے بعد حجاج نے حضرت ابن زبیرؓ کی والدہ ماجدہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت وہ نابینا ہو گئی تھیں۔ انہوں نے آنے سے انکار کیا مگر اس نے نہ مانا اور پھر بلوایا جب وہ نہ آئیں تو وہ ظالم خود ان کے پاس گیا، وہاں پہنچ کر کہنے لگا کہ دیکھا خدا نے اپنے

دشمن یعنی تمہارے بیٹے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا: ''ہاں مجھے معلوم ہے، تو نے اس کی دنیا برباد کی اور اس نے تیری آخرت''۔ پھر یہ حدیث بیان کی کہ ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک مبیر یعنی ہلاکو ہوگا اور ایک کذاب۔ پس کذاب تو مختار ثقفی تھا، اس کو ہم نے دیکھ لیا اور مبیر تو ہے۔ یہ سن کر حجاج وہاں سے اٹھ آیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماءؓ نے ابن زبیرؓ کے تین دن سولی پر رہنے کے بعد حجاج سے فرمایا کہ کیا اب تک اس سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا۔ اس کمبخت نے جواب دیا وہ شخص منافق تھا۔ حضرت اسماءؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ وہ دن کو روزے رکھنے والا اور رات کو عبادت کرنے والا تھا۔ حجاج نے کہا چپ رہ تو بوڑھی ہوگئی، تیرے حواس درست نہیں رہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا ہرگز میرے حواس مختل نہیں ہوئے اور پھر حدیث سنائی۔

ایک روایت یہ ہے کہ حجاج نے کہا ہاں میں مبیر تو ہوں مگر مبیر المنافقین ہوں یعنی منافقوں کا ہلاک کرنے والا ہوں۔

صحیح یہ ہے کہ جب حجاج نے ابن زبیرؓ کو قتل کر کے ان کا مثلہ کیا تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ کی خدمت میں گیا۔ حضرت اسماءؓ اس کو کچھ برا بھلا کہنے لگیں۔ اس پر اس نے حضرت ابن زبیرؓ کو برا کہا۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا اے دشمن خدا دشمن اہل اسلام، تو جھوٹا ہے، بیشک تو نے صائم الدہر، قائم اللیل، والدین کے ساتھ سلوک کرنے والے، دین کی حفاظت کرنے والے کو قتل کیا۔ پھر فرمایا ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ ثقیف میں دو کذاب ہوں گے۔ دوسرا پہلے سے زیادہ شریر ہوگا اور وہی مبیر ہے۔ اے حجاج یہ دوسرا تو ہی ہے۔ اس کمبخت نے کہا کہ رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایا اور تو بھی سچی ہے، بیشک میں مبیر ہوں، مگر مبیر المنافقین یعنی منافقوں کو ہلاک کرنے والا اور ایک روایت میں بسند حسن حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ام المومنین ام سلمہؓ کے بھائی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام لوگوں نے ولید رکھا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا تم اپنے فرعون کے نام پر نام رکھتے ہو، بیشک

اس امت میں ولید نامی ایک شخص ہوگا جو میری امت کے لیے اس سے زیادہ بد ہوگا، جیسا فرعون اپنی قوم کے لیے تھا۔

اور اسی روایت کو حارثؒ بن اسامہ نے مرسلاً سعید بن مسیبؒ سے نقل کیا ہے کہ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اس کا نام لوگوں نے ولید رکھا پھر جب وہ لوگ حضور نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا نام رکھ چکے۔ ان لوگوں نے عرض کیا، ہاں ''ولید'' رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو ٹھہرو اس کا نام عبدالرحمان ہے تم نے اس کا نام اپنے فرعونوں کے نام پر رکھ دیا تھا، بیشک اس امت میں ایک شخص ہوگا جس کو لوگ ولید کہیں گے، ضرور وہ میری امت کے لیے ایسا ہی اشر ہوگا جیسا کہ فرعون اپنی قوم کے لیے تھا۔

عبدالرحمانؒ بن عمرو کہتے ہیں ہم نے سعیدؒ بن مسیّب سے پوچھا کہ یہ کون ولید ہے فرمایا ولید بن یزید۔ اگر خلیفہ ہو تو وہی ہے ورنہ ولید بن عبدالملک اور ایک روایت میں ہے جسکے راوی کا نام مذکور نہیں ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے تھے ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ میرے اس منبر پر جبابرہ بنی امیہ میں سے ایک جبار کی نکسیر ٹوٹے گی اور اس کا خون بہے گا۔ (قول ابو ہریرہ) پس مجھ سے دیکھنے والے نے بیان کیا کہ عمروؒ بن سعیدؒ بن عاص کی منبر رسول خدا ﷺ پر نکسیر...... ٹوٹی یہاں تک کہ اس کی نکسیر کا خون منبر شریف کی زمینوں پر بہا۔

ایک اور روایت جس کی سند میں عطأؒ بن سائب ہیں اور ان کی عقل میں فتور آ گیا تھا مروی ہے کہ حسین بن علیؓ کو مروان نے گالیاں دیں، حتیٰ کہ یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم تم بیشک ملعون گھرانے کے ہو اس پر حضرت حسینؓ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ تو یہ کہتا ہے تو ہم سے بھی سن لے خدا کی قسم خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی تجھ پر لعنت فرمائی ہے حالانکہ تو اس وقت اپنے باپ کی پشت میں تھا پس مروان چپ ہو گیا۔

اور ایک روایت میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ مروان جب حاکم مدینہ ہوا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی مرتضیٰؓ کو برا کہنے لگا پھر اس کے بعد سعیدؒ بن عاص والی مدینہ

ہوئے تو وہ کچھ نہ کہتے تھے پھر مروان والی ہوا تو بدستور سابق خرافات بکنے لگا۔ حضرت حسنؓ اس سے واقف تھے، خاموش رہتے تھے، اور مسجد میں تکبیر ہی کے وقت تشریف لاتے تھے مگر مروان حضرت حسنؓ کے اس تحمل پر بھی راضی نہ ہوا اور آپ کے گھر میں آپ کو اور آپ کے والد ماجدؓ کو بہت کچھ برا بھلا کہلوا بھیجا۔ منجملہ اس کی خرافات کے ایک جملہ یہ بھی تھا کہ تمہاری مثال خچر کی سی ہے کہ اس سے پوچھو کہ تیرا باپ کون ہے تو کہے گا کہ گھوڑا۔ حضرت حسنؓ نے قاصد سے فرمایا کہ لوٹ جا اور مروان سے کہہ دے کہ ہم تجھے گالیاں دے کر جو کچھ تو نے کہا ہے اس کو منانا نہیں چاہتے، ہاں میری اور تیری پیشی خدا کے سامنے ہوگی۔ اگر تو جھوٹا نکلا تو خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔ بیشک مروان نے میرے جد امجد محمد ﷺ کی بڑی تعظیم کی کہ میری مثال خچر کے مثل بیان کرتا ہے۔ قاصد جب وہاں سے چلا تو حضرت حسینؓ ملے اور ان کے بہت ڈرانے دھمکانے پر مروان کا مقولہ اس نے انہیں سنایا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا، مروان سے کہنا کہ تو ہی اپنے باپ اور قوم کی خبر لے اور میرے تیرے درمیان میں علامت یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کی لعنت تیرے دونوں شانوں کے درمیان میں چمٹ گئی ہے۔

اور نیز بسند حسن مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تین شخص ایسے پیدا نہ ہوں کہ منجملہ ان کے مسیلمہ اور عنسی اور مختار ہوں گے۔ مسیلمہ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا۔ آپ کی حیات شریف میں نہ تھا اور بدترین عرب کے بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں اور ابو برزہؓ سے بطریق صحیح جس کی نسبت حاکم علیٰ شرط الشیخین کہتے ہیں، مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کے نزدیک بنی امیہ مبغوض ترین لوگوں میں سے تھے یا یہ فرمایا کہ زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض تھے اور ابن عمرؓ سے بروایت راویان ثقات مروی ہے کہ ایک بار جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک ملعون آنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر میں ہر آنے والے کو غور سے دیکھنے لگا یہاں تک کہ فلاں شخص یعنی حکم وہاں آیا۔ اس کے نام کی تصریح امام احمدؒ کی روایت میں ہے۔

اور ایک روایت میں جس کے ایک راوی کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا مروی ہے کہ بمقام ''حجر'' حکم رسول خدا ﷺ کے پاس سے گزرا آپ نے فرمایا میری امت کی خرابی ان لوگوں کی وجہ سے ہوگی جو اس شخص کی پشت سے پیدا ہوں گے۔

نیز بسند حسن مروی ہے کہ مروان نے عبدالرحمان بن ابی بکرؓ سے کہا کہ تو وہی شخص ہے جس کے متعلق آیۃ کریمہ **والذی قال لوالدیہ اف لکما** نازل ہوئی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا تو جھوٹا ہے بلکہ رسول خدا ﷺ نے تیرے ہی باپ پر لعنت فرمائی تھی۔

اور ایک روایت منقطع بواسطہ راویان ثقات یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہمیشہ میری امت کا کام استقامت کے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ اس میں رخنہ پڑ جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اول شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا جس کو لوگ یزید کہیں گے اور ابوبکرؓ بن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰؒ نے روایت کی ہے کہ یزید جب امیر شام ہوا تو مسلمانوں نے کہیں جہاد کیا۔ اس میں ایک عمدہ لونڈی کسی شخص کے ہاتھ لگی۔ وہ لونڈی اس سے یزید نے لے لی۔ اس شخص نے حضرت ابوذرؓ سے سفارش چاہی۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ یزید کے پاس گئے اور تین بار اس سے لونڈی کے واپس کر دینے کو کہا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔ آخر حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ خبردار ہو جا کہ تو نے ایسا کیا، تو خیر ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ میری سنت کو جو شخص بدلے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک شخص ہوگا۔ یہ فرما کر حضرت ابوذرؓ چل دیے۔ یزید بھی ان کے پیچھے چلا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بتائیے، کیا وہ شخص میں ہی ہوں۔ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ اس کے بعد یزید نے وہ لونڈی واپس کر دی۔

یہ حدیث اس پہلی حدیث کی جس میں یزید کے نام کی تصریح ہے معارض نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر حضرت ابوذرؓ کے کلام کو حقیقت پر محمول کرو تو غایت مافی الباب یہ ہوگا کہ ان کو یہ مبہم شخص معلوم نہ ہوگا۔ پس وہ نفی اپنے علم کی کر رہے ہیں حالانکہ پہلی روایت میں اس ابہام کی تعیین ہوگئی ہے اور مفسر مبہم پر رائج ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابوذرؓ واقف ہوں

مگر فتنہ کے خوف سے تصریح نہ کی ہو، خصوصاً ایسی حالت میں حضرت ابوذرؓ کے اور بنی امیہ کے درمیان میں چند واقعات پیش آچکے تھے جن کی وجہ سے یہ احتمال تھا کہ شاید آپ از راہ عداوت ایسا فرما رہے ہیں۔

اور بسند ضعیف عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک ایک آفت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہیں۔

اور ایک ایسی سند سے جس کے بعض راویوں کی نسبت حافظ ہیثمیؒ نے لکھا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا، مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک خلیفہ ایسا ہوگا کہ وہ اور اس کی ذریت جہنم میں جائے گی۔

اور بسند ضعیف مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کوئی بات آہستہ فرمائی پھر آپ نے سر اٹھایا گویا گھبرائے ہوئے ہوں اور فرمایا کہ خبیث نے دروازہ کو تلوار سے کھٹکھٹایا۔ اے ابوالحسنؓ (کنیت جناب علیؓ مرتضیٰ) اس کو کھینچ لاؤ جس طرح بکری دوہنے والے کے پاس کھینچ لائی جاتی ہے۔ غرض جناب امیر تشریف لے گئے اور آپ نے اس کا کان اور گلہ پکڑ کر حضور میں حاضر کر دیا (وہ شخص حکم تھا)۔ اس وقت آپ نے اس شخص پر تین بار لعنت فرمائی اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس کو ایک طرف بٹھا دو۔ جب ایک جماعت مہاجرینؓ وانصارؓ کی جمع ہوگئی تو آپ نے اس کو بلا کر فرمایا کہ یہ شخص کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے گا اور اس کی پشت سے وہ شخص نکلے گا جس کا دھواں یعنی فتنہ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ آفتاب کو چھپائے گا۔ مطلب یہ کہ اس کی فتنہ انگیزی تمام عالم کو تاریک کر دے گی۔ کسی مسلمان نے عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچا ہے مگر یہ شخص ایسا بے حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ایسے عظیم فتنہ کا خوف نہیں ہو سکتا ارشاد ہوا کہ بلاشبہ ایسا ہی ہوگا بلکہ تم میں سے بھی بعض لوگ اس کی پیروی کریں گے۔

اور ایک ایسی سند سے جس کے ایک راوی کے سوا کہ وہ مستور (یعنی نامعلوم الصدق) ہے باقی سب راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ "حکم" نے رسول خدا کے حضور میں حاضر

ہو کر اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا آنے دو، اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اور جتنے لوگ اس کی نسل سے ہیں یا ہوں گے دنیا میں تو برے اور آخرت میں رذیل ہوں گے، ہاں ان میں کئی صالح لوگ مستثنیٰ ہیں مگر وہ بہت کم ہوں گے۔

اور ایک ایسی سند سے جس میں ابن لہیعہ ہے، اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے، مروی ہے کہ مروان حضرت معاویہؓ کی خدمت میں کسی ضرورت سے گیا اور عرض کیا کہ میرا خرچ بہت ہے، میرے دس اولاد ہیں، اور دس بھائی ہیں اور دس چچا ہیں، یہ کہہ کر وہ چلا آیا۔ حضرت معاویہؓ نے ابن عباسؓ سے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، فرمایا کہ کیا آپ کو یاد نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب بنی امیہ میں تیس مرد ہو جائیں گے تو وہ آیات خداوندی اور بندگان خدا کو اور کتاب خدا کو مٹانے کی کوشش کریں گے، پھر جب چار سو سات کے عدد کو پہنچ جائیں گے تو اس وقت ان کی ہلاکت (اس سے کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے) بھی جلد ہو جائے گی ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر مروان کو کوئی ضرورت ہوئی اور اس کے لیے اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ جب اس نے گفتگو کی تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کا تذکرہ فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ چار ظالموں کا باپ ہوگا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا، ہاں۔

اور ایک روایت میں جس کی سند میں ایک راوی کے سوا کہ وہ بھی ثقہ ہے اور باقی سب راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ گویا بنی امیہ آپ کے منبر پر چڑھتے اور اترتے ہیں پس آپ صبح کو نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے اور فرمایا کہ کیا کیفیت ہے کہ حکم کی اولاد میرے منبر پر بندر کی طرح کودتی پھرتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر وفات تک آپ کو اچھی طرح ہنستے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔

اور ایک اور روایت میں ہے جس کا ایک راوی مختلف فیہ ہے کہ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ‘ نے فرمایا قبیلہ ثقیف کے ایک لڑکے یعنی حجاج کی نسبت کہ وہ عرب کا کوئی گھر ایسا نہ چھوڑے گا جس میں ذلت کو نہ داخل کرے، عرض کیا گیا وہ کب تک بادشاہی کرے گا، فرمایا اس کی حکومت کا زمانہ اگر بہت طویل ہوگا تو بیس برس رہے گا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا۔ پس یہ جناب امیرؓ کی روشن کرامت ہے اور ایک اور روایت میں ہے جس کا ایک راوی وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔ اگرچہ ابن عدیؒ اس کی نسبت ”لا باس به“ فرماتے ہیں کہ بنی عباس کے دو جھنڈے کھڑے ہوں ے۔ ایک کفر کا ہوگا، دوسرا گمراہی کا، پس اے مخاطب اگر تو ان کو پائے تو گمراہ نہ ہو جانا۔ اور ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ضعیف راوی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور بنی عباس کے درمیان میں کیونکر بنے گی، انہوں نے میری امت میں اختلاف ڈال دیا، خونریزیاں کیں، ان کو سیاہ کپڑے پہنائے، خدا ان کو آگ کے کپڑے پہنائے۔

اور ایک روایت میں جس کا راوی متہم بالکذب ہے، مروی ہے کہ عنقریب پورب سے بنی عباس کے دو نشان نکلیں گے۔ اول و آخر دونوں خراب ہوں گے، ان کی ہرگز مدد نہ کرنا۔ خدا ان کی مدد نہ کرے، جو شخص ان کے کسی جھنڈے کے نیچے چلے گا خدا اس کو داخل جہنم کرے گا۔ خبردار ہو جاؤ وہ اور ان کے پیرو دونوں بدترین خلق اللہ ہیں۔ وہ سمجھیں گے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ ان کی یہ پہچان ہے کہ ان کے بال بڑے ہوں گے اور لباس سیاہ ہوگا لہٰذا تم لوگ ان کے ساتھ کسی مجلس میں نہ بیٹھو، نہ بازاروں میں ان سے خرید و فروخت کرو، نہ انہیں راستہ بتلاؤ، نہ انہیں پانی پلاؤ۔

اور ایک روایت میں ہے جس کی سند کے بعض راویوں کی امام احمدؒ نے توثیق کی ہے اور نسائیؒ وغیرہ نے تضعیف کی ہے، مروی ہے کہ ابو ایوب انصاریؓ نے قبر مکرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا رخسارہ رکھا، مروان نے کہا دیکھو کیا کر رہے ہو، حضرت ابو ایوبؓ نے کہا ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں کہ دین پر مت روؤ جب اس کے والی نا اہل ہو، مطلب ان کا مروان کے والی مدینہ ہونے پر اعتراض کرنا تھا۔

اور بسند صحیح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے اپنی امت پر چھ باتوں کا خوف ہے۔ ایک تو لونڈوں کی حکومت، اور ایک روایت میں ہے کہ بے وقوفوں کی حکومت اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کعب بن عجرہؓ سے فرمایا اللہ تمہیں بد عقلوں کی حکومت سے بچائے، پھر فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگی۔

اور ایک روایت ابو بکرؒ بن ابی شیبہ کی یہ ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول خدا ﷺ کی حدیث سننے کی خواہش کی۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص جو متولی خلافت ہوگا اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش میں ثریا سے گر پڑتا مگر خلافت کے کسی حصہ کا والی نہ ہوتا، مروان نے کہا اور کچھ فرمایئے، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ اس امت کی ہلاکت قریش کی ایک جماعت کے ہاتھ سے ہوگی، مروان نے کہا تب تو یہ بہت برے لڑکے ہوں گے۔

نیز یہ روایت بھی بصحت ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خوشخبری دوان کو جو خوارج کو قتل کریں یا خوارج ان کو قتل کریں۔

ابو یعلیٰؒ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہؓ بن ابی اوفی صحابی سے سوال کیا گیا کہ اگر سلطان لوگوں پر ظلم کرے اور بری طرح پیش آئے (تو کیا کیا جائے) حضرت ابن ابی اوفیؓ نے سائل کو زور کے ساتھ انگلیوں سے دبایا اور فرمایا کہ سلطان اعظم اگر تمہاری سنے تو اس کے گھر میں جا کر اس سے کہو اگر قبول کرے تو خیر، ورنہ خاموش رہو، کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔

حارثؒ بن اسامہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابو امامہؓ نے خارجیوں کے ستر سر دمشق کی سیڑھیوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو رونے لگے۔ پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں، فرمایا ان پر مجھے رحم آتا ہے کہ آخر ان کو بھی اسلام کا دعویٰ تھا اور یہ خیال آتا ہے کہ ابلیس مسلمانوں کے ساتھ کیا کرتا رہتا ہے۔ تین بار فرما کر فرمایا کہ یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں پھر

تین بار فرمایا کہ آسمان کے نیچے جس قدر لوگ مقتول ہوئے ان سب میں یہ لوگ بدتر ہیں اور سوادِ اعظم کے سوا جہنم میں جائیں گے۔ عرض کیا گیا کہ ''سوادِ اعظم'' اب جو کچھ کر رہے ہیں اس کو کیا آپ نہیں دیکھتے۔ فرمایا ہاں ان پر ان کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارا بار ہے، اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پر رہو گے اور قاصد پر پہنچا دینا فرض ہے یعنی (میں سبکدوش ہو گیا) پھر فرمایا سننا اور فرمانبرداری کرنا نافرمانی کرنے اور تفرقہ ڈالنے سے بہتر ہے، اور فرمایا کہ یہ سب ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اور ابو یعلیٰؒ اور بزارؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے منبر پر فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ ناکثین قاسطین مارقین کو قتل کرنا، یہ سب لوگ وہی خوارج ہیں کیونکہ پہلے تو وہ آپ کے لشکری تھے پھر ان پر شیطان مسلط ہو گیا کہ وہ باغی ہو گئے اور بہت سی باتوں میں جناب امیرؓ سے انہوں نے ناراضی ظاہر کی۔ ان باتوں میں بالکل وہ جھوٹے تھے، سب ان کا افترا تھا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ اسلام کی چکی تیس برس تک چلے گی، اس حدیث کی بحث پہلے ہو چکی ہے اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے بطریق صحیح ثابت ہے کہ پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے پھر حضرت عمرؓ۔ اس کے بعد ہمیں فتنہ نے گھیر لیا۔ پھر جو چاہا اللہ نے، وہ ہوا۔

ایک اور روایت میں ہے جس کی سند میں ضعف و انقطاع ہے مروی ہے کہ جناب امیرؓ نے ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا اور آپ کی مدح کی پھر حضرت صدیقؓ کا ذکر کیا اور ان کی تعریف فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا تیس برس کے بعد تم اپنا منہ جس طرف چاہو پھیر لینا۔ تم اپنا رخ نہ پھیرو گے مگر عجز یا فجور کی طرف۔

اور یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اسلام کی رسیاں ایک ایک کر کے ٹوٹیں گی، جب ایک ٹوٹے گی تو لوگ اس کے قریب والی کو پکڑیں گے اور سب سے پہلے حکم (یعنی خلافت) کی رسی ٹوٹے گی پھر نماز کی۔

اور ایک حدیث میں جس کے راوی ثقہ ہیں مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میں

سن ۷۰ھ کے شروع سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیا نہ ختم ہوگی یہاں تک کہ لونڈے اس میں حکومت کریں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ سو برس گزرنے تک اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو ہر ایمان والے کی روح کو قبض کرلے گی۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ صحابہؓ میں سے کوئی سو برس کے بعد زندہ نہیں رہا۔

اور ایک روایت میں جس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جن کی حدیث حسن ہوتی ہے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور میری امت کا وقت سو برس ہے۔ جب سو برس میری امت پر گزر جائیں گے تو جو کچھ خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے ان کو مل جائے گا یعنی فتنہ اور بڑی بڑی بدعتیں پھیلیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور ابو یعلیٰؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے پاس کسی عامل کی عرضی، جس میں اس نے لکھا تھا کہ ہم نے ترکوں کو خوب قتل کیا اور ان کے مال تقسیم کر لئے۔ یہ سن کر آپ غصہ ہوئے اور اس عامل کو لکھ بھیجا کہ میری بلا اجازت پھر کبھی ایسا نہ کرنا، کسی نے پوچھا کہ اے امیر المومنینؓ آپ کو اس قدر غصہ کیوں آیا۔ فرمایا کہ ہم نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ترک لوگ اہل عرب کو نکال دیں گے اور جنگل میں خانہ بدوش کر دیں گے لہٰذا میں ترکوں کے قتل کو ناپسند کرتا ہوں۔

اور بسند راویان ثقات مروی ہے کہ ابو امامہؓ والا نے خلیفہ عبدالعزیز مسجد رسول خدا ﷺ میں زید بن حسن اور ابو بکر بن جہمؓ جیسے بزرگوں پر ٹیکتے ہوئے آئے۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ حدیث سنائی کہ دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ لونڈوں اور غلاموں کی ہو جائے۔

اور ایک حدیث بروایت ثقات یہ ہے کہ خبردار ہو تم کو حق گوئی سے کسی کا موقف باز نہ رکھے کیونکہ یہ خوف نہ موت کو قریب کرتا اور نہ رزق کو بعید کرتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے تھے، اسی حدیث نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں معاویہؓ

کے پاس گیا اور ان کو خوب صاف صاف سنا آیا۔

نیز ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں کہ ابوذر مسجد شریف میں سو رہے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پائے مبارک سے ہلا کر فرمایا کہ جس وقت تمہیں لوگ مسجد سے نکال دیں گے تو اس وقت کیا کرو گے۔ عرض کیا سرزمین شام میں چلا جاؤں گا کیونکہ وہی زمین محشر اور ارض مقدس ہے۔ فرمایا جب وہاں سے نکال دیں گے۔۔ عرض کیا اپنی ہجرت کی جگہ لوٹ آؤں گا۔ فرمایا جب وہاں سے بھی نکال دیں گے۔ عرض کیا اس وقت میں اپنی تلوار ہاتھ میں لے لوں گا اور لڑوں گا۔ فرمایا اس میں اچھائی نہیں ہے، تم ان لوگوں کی اطاعت کرنا اور جس طرف وہ تمہیں لے جائیں چلنا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوذرؓ فرمانے لگے خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ عثمانؓ کا حکم سنتا اور ان کی پیروی کرتا رہوں گا، یہ اس لیے فرمایا کہ ان کے اور حضرت عثمانؓ کے درمیان میں کچھ مخالفت ہوگئی تھی۔

اور ایک ضعیف حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب لوگ دو شخصوں کی بیعت کریں تو تم دونوں سے علیحدہ رہو کیونکہ وہ زمانہ فتنہ کا ہوگا اور فتنہ کے زمانے میں حتی الامکان سب سے علیحدہ رہنا بہتر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ایک جماعت صحابہؓ کی حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں سے کنارہ کش رہی، مگر حضرت علیؓ سے علیحدہ رہنے والوں کو جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ ہی امام برحق تھے تو وہ بہت نادم ہوئے جیسا کہ اوپر گزر چکا، انہیں لوگوں میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ یہ کچھ گائیں اور بکریاں لے کر مع اہل وعیال کے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس پر ان کو ان کے بیٹے عمرؓ نے ملامت کی تو انہوں نے یہی حدیث سنائی کہ عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، اس میں بہترین شخص وہی ہوگا جو متقی ہو اور سب سے پوشیدہ رہے۔ پس اے بیٹے تم بھی ایسے ہی رہو۔ یہ سن کر وہ ہٹ گیا۔

مروان نے ایک مرتبہ بعض صحابہ کرامؓ کے فرزندوں کو بلوا کر کہا کہ آپ لوگ ہمارے ساتھ ہو کر لڑیئے، انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے باپ چچا اصحاب بدر میں تھے

انہوں نے ہم سے عہد لے لیا ہے کہ ہم کسی مسلمان سے نہ لڑیں۔ لہٰذا اگر تم جہنم میں نہ جانے کی سند ہمیں لا دو تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑ سکتے ہیں اس پر مروان نے ان کو بہت ڈانٹا اور برا بھلا کہہ کر رخصت کر دیا۔

یہ آخری کلام ہے جس کے لکھنے کی یہاں توفیق ملی۔ امید ہے کہ حق سبحانہ ہدایت چاہنے والوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ اور متحیرین کو اس سے رہنمائی دے۔

والحمد للّٰہ رب العالمین وصلوٰته وسلامه علی خیر خلقه و آله واصحابه اجمعین و تابعیهم باحسان الی یوم الدین.



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

از: امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

امابعد واضح ہو کہ اہل سنت والجماعت کے جو اعتقادات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہیں اگر کوئی غیر مسلم بھی منصفانہ ومحققانہ نظر سے ان کا مطالعہ کرے تو یقیناً اس کو بھی یہ کہنا پڑے گا کہ یہ عقائد نہایت سچائی اور نہایت تحقیق پر مبنی ہیں اور اگر کوئی شخص دین اسلام سے اپنا تعلق رکھنا چاہتا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول ماننے اور آپ کی مقدس تعلیمات پر عمل کرنے کو واحد ذریعہ اپنی نجات کا جانتا ہے تو اس کو ان عقائد میں کچھ چون وچرا کی گنجائش نہیں مل سکتی۔

اہل سنت کا صحابہ کرامؓ کا اس قدر احترام اور ان کی تقدیس کا اس درجہ اہتمام کرنا جن دلائل وبراہین پر مبنی ہے، ان کا مفصل ذکر تو اس تنگ مقام پر نہیں ہو سکتا البتہ اشارۃً اس قدر لکھنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑی چیز اس بارہ میں قرآن مجید کی آیات ہیں۔ آیات بھی دو قسم کی ہیں۔ اول وہ آیتیں ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ مہاجرینؓ وانصارؓ کی تعریف ہے۔ ان آیات میں ان کی خلافت موعودہ کا بھی بیان ہے اور ان کے ایسے عظیم الشان فضائل بیان کئے گئے ہیں کہ اگر نبوت ختم نہ ہوگئی ہوتی تو یقیناً ان آیات کو دیکھ کر ذہن اسی طرف سبقت کرتا کہ یہ جماعت انبیاءؑ کی جماعت ہے۔ ان آیات میں اگرچہ کسی کا نام نہیں ہے لیکن کوئی تخصیص بھی کسی کی نہیں ہے۔ جمع کے صیغے اور عموم کے کلمات ہیں لہٰذا اگر بقول شیعہ مہاجرینؓ وانصارؓ کی ان مدائح عالیہ کو حضرت علیؓ یا دو ایک اور ہستیوں کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے تو سخت تلبیس وتدلیس کلام الٰہی میں لازم آتی ہے۔ معاذ اللہ منہ، ہاں ان آیات میں اگر تخصیص ہو سکتی ہے تو حضرات خلفائے ثلاثہ کی، کیونکہ آیات میں جن

اوصاف وعلامات یا جن انعامات کا تذکرہ ہے، وہ انہی تینوں حضرات میں پائے گئے۔ یہ تخصیص بھی الفاظ آیات سے نہیں بلکہ واقعات خارجیہ سے ثابت ہوتی ہے پھر اس تخصیص کے صرف اس قدر معنی ہوں گے کہ یہ تینوں حضرات اس ممدوح وموعودلہ جماعت کے سردار ہیں۔

دوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جن میں تخصیص مہاجرینؓ وانصارؓ کی نہیں ہے بلکہ عموماً تمام صحابہ کرامؓ ان آیات میں آجاتے ہیں مثلاً رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں قرآن شریف کی متعدد آیات ہیں۔ یہ صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ ویزکیھم یعنی یہ رسول اپنی قوت باطن سے لوگوں کو مزکی اور مقدس بنادے گا۔

اسی قسم میں وہ آیتیں بھی ہیں جن میں صحابہ کرامؓ کی کثرت اور ان کی باہمی الفت ومحبت کا بیان اور ان کے لیے صفت تقویٰ کا لزوم ارشاد فرمایا گیا ہے اور یہ کہ ان کو کفر وفسق اورعصیان سے منجانب اللہ کراہت ونفرت عطا کی گئی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ف قسم اول کی آیتوں کی تفسیر تو بفضلہٖ تعالیٰ یہ حقیر لکھ چکا ہے، ہر ہر آیت کی تفسیر میں علیحدہ علیحدہ مستقل رسائل ہیں فالحمد للّٰہ علی ذلک اور قسم دوم کی آیتوں کے متعلق بھی ارادہ ہے کہ ان کو بھی یکجا کر کے ان کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

آیات قرآنیہ کے علاوہ احادیث نبویہ کا تو ایک بڑا دفتر ہے جس میں صحابہ کرامؓ کے تقدس وطہارت کی تعلیم دی گئی ہے۔

آیات واحادیث کے بعد پھر واقعات ہیں جو دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ قائم رہیں گے، ان واقعات کو دیکھ کر ایک غیر مسلم کو بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی نبی کے شاگردوں نے اپنے استاد کے علم اور دین کی اس قدر خدمت نہیں کی جس قدر صحابہ کرامؓ سے ظہور میں آئی۔ ان خدمات میں یہ چیز بھی صاف طور پر نظر آتی ہے کہ خدا کی مشیت اور خدا کی تائید قدم قدم پر ان کے ساتھ تھی۔

ان سب دلائل کو ایک تفصیلی نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کے بعد ذرا اس طرف

بھی توجہ کرو کہ فطرت انسانیہ کیا تعلیم دیتی ہے۔ فطرت انسانیہ وہ چیز ہے جو تمام انسانوں میں ہر مقام اور ہر زمانے میں پائی جائے۔

دیکھو دنیا میں کوئی ایسی امت نہیں ہوئی جس نے اپنے نبی کے اصحاب کو برا سمجھا ہو اور ان کی بدگوئی کو عبادت قرار دیا ہو، بلکہ ہر پیغمبر کے امتی اپنے پیغمبر کے اصحاب کو اپنی امت میں سب سے اعلیٰ و افضل سمجھتے رہے۔ آج یہودیوں سے پوچھ کر دیکھ لو کہ تمہاری امت میں سب سے افضل کون کون لوگ ہیں وہ بھی یہی کہیں گے کہ اصحاب موسیٰ۔ آج عیسائیوں سے پوچھو کہ تمہاری امت میں سب سے افضل کون لوگ ہیں وہ بھی یہی کہیں گے کہ اصحاب عیسیٰ علیہ السلام۔

بس دنیا میں ایک نرالا فرقہ شیعوں کا ہے جو اپنے نبی کے اصحاب کو برا کہتا ہے اور ان کی دشنام دہی کو اعلیٰ ترین عبادت قرار دیتا ہے۔

اسلام میں بھی صحابہ کرام کے بعد نہ معلوم کتنے فرقے ہو گئے سب کے عقائد میں تضاد، اعمال میں اختلاف لیکن صحابہ کرامؓ کی عظمت و جلالت میں کسی نے بھی اختلاف نہ کیا، سوا مٹھی بھر شیعوں کے جن کی تعداد آج بھی باوجود ان کی آناً فاناً ترقی کے فی ہزار ایک بھی نہیں۔

اہل سنت کا مذہب و مسلک تو اس قدر صاف ہے کہ بلاشبہ یہ آیت قرآنی اس پر پوری طرح صادق آتی ہے کہ ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفه نفسه.

ہمارے عقائد ضروریہ کی بنیاد تو تمام قرآن مجید پر ہے البتہ بعض عقائد کی تفصیل احادیث سے کی گئی ہے لیکن ان احادیث میں اکثر و بیشتر وہ ہیں جن کی توثیق و تصدیق میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اب رہے اعمال ان کی اصل بھی قرآن مجید سے ثابت ہے البتہ طریق کار اور اس کی تفصیلات روایات سے ماخوذ ہیں مگر مجتہدین اہل سنت میں کسی کا عمل ایسا نہیں جو صرف ایک سے منقول ہو بلکہ متعدد صحابہ کرامؓ کا ہر ہر عمل منقول ہے۔

اہل سنت کے اس روشن مسلک پر آگاہ ہونے کے بعد ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی حمایت اپنے کسی خاص مذہبی عقیدہ یا عمل کی حفاظت کے لیے نہیں بلکہ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وشان کا لحاظ اور آیات قرآنیہ کی ہدایت وتعلیمات کی وجہ سے ہے۔

لیکن شیعہ

جو صحابہ کرامؓ کی عظمت وتقدس کا انکار کرتے ہیں، بلکہ معاذ اللہ ان کو بدترین خلائق کہتے ہیں، وہ اپنے خیالات فاسدہ کی تائید میں نہ تو کوئی قرآنی آیت پیش کرتے ہیں نہ کوئی صحیح روایت بلکہ کچھ خانہ ساز قصص حکایات ہیں جو ان کے اسلاف نے گڑھی ہیں، ہر موقع و ہر محل پر انہیں کو دہرایا کرتے ہیں۔

قرآن شریف کے سامنے تو شیعہ سخت عاجز ومبہوت ہی جب قرآن سے ان کے سامنے استدلال کیا جاتا ہے تو اس وقت ان کی حالت قابل دید ہوتی ہے کبھی تو الفاظ آیت کے معنی بدلنے کی کوشش کرتے ہیں لغت عرب اور صرف ونحو کو بالائے طاق کر کے عجیب عجیب معنی بیان کرتے ہیں اور کبھی آیت کے ساتھ کچھ قصص وحکایات کا ضمیمہ لگاتے ہیں اور کہیں اس کا بھی موقع نہیں ملتا تو کہہ دیتے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے۔ یہ آیت جس طرح اب قرآن میں ہے، پہلے اس طرح نہ تھی بلکہ اس طرح تھی کبھی کہہ دیتے ہیں کہ قرآن کا سمجھنا ائمہ کا کام تھا، غیر امام قرآن کو سمجھ نہیں سکتا۔ غرضیکہ قرآن شریف کے سامنے شیعوں کی حیرانی وپریشانی قابل تماشا ہوتی ہے۔

شیعہ حضرت علیؓ کی محبت کا دعویٰ زبان سے تو بہت کرتے ہیں مگر ان کی کتابوں کا دیکھنے والا جانتا ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی تعریف جس قدر کرتے ہیں، اس کو ہجو ملیح کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب حضرت علیؓ کی کوئی بات ان کے مسلک کے خلاف خود انہیں کی کتابوں سے پیش کی جاتی ہے تو اس کو کسی طرح نہیں مانتے۔ طرح طرح کی تاویلات کرتے ہیں اور جہاں کوئی تاویل نہیں بن پڑتی، تو تقیہ کہہ کر اڑا دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے ساتھ والوں کے متعلق خود حضرت علیؓ نے اپنا اور ان کا ایمان یکساں بتایا اور فرمایا کہ ہمارے اور ان کے درمیان مذہبی اختلاف نہیں ہے، صرف خون عثمانؓ کا جھگڑا ہے۔ شیعوں نے

حضرت علیؓ کی اس تعلیم کو نہ کبھی مانا اور نہ آج کوئی شیعہ اس کو مانتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مذہب شیعہ کے تصنیف کرنے والوں کا اصلی مقصد دین اسلام کو خراب کرنا تھا۔ صحابہ کرامؓ کو جو مطعون و مجروح قرار دیا، وہ محض اس لئے کہ جب یہ جماعت ناقابل اعتبار ہو جائے گی، تو قرآن اور معجزات نبویہؐ اور دین اسلام کی ہر چیز مشکوک ہو جائے گی کیونکہ ان سب چیزوں کے ناقل اور راوی اور چشم دید گواہ یہی صحابہ کرامؓ ہیں اور حضرت علیؓ مرتضٰی اور بقیہ ائمہ اثنا عشرہ کی محبت و عقیدت کا دعویٰ اس لئے ہے کہ اس پردہ میں آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کا انکار منظور ہے۔ چنانچہ امامت کی بحث کتب شیعہ میں جس شخص نے دیکھی ہے، وہ اس کو خوب جانتا ہے۔ امام کو مثل انبیاءؑ کے ''معصوم و مفترض الطاعۃ'' کہنا اور یہ کہنا کہ امام کو اختیار ہے کہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے اور ہر امام پر سال بہ سال خدا کی طرف سے کتاب کا نازل ہونا، ختم نبوت کا انکار نہیں تو کیا ہے۔

هذا آخر الكلام والحمد لله رب العالمين.

تحفۂ اہل سنت

مؤلفہ

امام اہلسنت حضرۃ مولانا محمد عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

مکتبہ امدادیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

وجہ سے نقل نہیں کیا کہ اس سے مولانا مودودی صاحب کے ایک دُوسرے دعوے کی تردید ہورہی ہے اور وہ یہ کہ:

"حضرت معاویہؓ کے دور میں ضمیروں پر قفل چڑھادیئے گئے تھے اور حق گوئی پر پابندی لگادی گئی تھی اور اظہارِ رائے کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا تھا"

حالانکہ یہ روایت اگر دُرست مان لی جائے تو اس سے اس دعوے کی تردید ہورہی ہے، اس روایت کے علاوہ بھی بہت سی روایتیں موجود ہیں جس سے حضرت امیر معاویہؓ کی بُردباری اور ان کے دور میں اظہار آزادیٔ رائے کی آزادی کا پتہ چلتا ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ ملک غلام علی صاحب نے صاحبِ عون المعبود کی رائے تو نقل کردی ہے لیکن سند کے متعلق ان کی رائے نقل نہیں کی، جو انہوں نے اسی روایت کے سلسلے میں ظاہر کی ہے، چنانچہ انہوں نے منذری کا قول نسائی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"وفی اسناده بقية بن الوليد وفيه مقال"

(عون المعبود ج:۴ ص:۱۱۶)

ترجمہ:- "اس روایت کی سند میں بقیہ ابن ولید ہے جو متکلم فیہ راوی ہے۔"

دراصل اس راوی پر تدلیس کا اِلزام ہے اور مدلس راوی جب "عن" کے ساتھ روایت کرے تو اس کی روایت قابلِ قبول نہیں ہوتی، لیکن مسندِ احمد میں اگر اسی روایت کو دیکھا جائے تو اس میں بقیہ ابن ولید نے بحیرہ سے سماع کی تصریح کی ہے، لیکن یہ روایت اس کے باوجود بھی قابلِ قبول نہیں ہے کیونکہ اس راوی پر تنہا تدلیس کا اِلزام نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان پر موضوع روایات نقل کرنے کا اِلزام بھی ہے۔ خطیب کے نزدیک ان کی روایت حجت نہیں ہے، خود اِمام ابوداوٗدؒ کہتے ہیں کہ:

"میں نے امام احمدؒ سے سنا کہ اس راوی نے عبیداللہ ابن عمر سے منکر روایتیں لی ہیں۔" (تہذیب التہذیب ج:۱ ص:۴۹۷)

اب ایسے راوی کی روایت لے کر کسی صحابیٔ رسول کو کیسے متہم بنایا جاسکتا ہے؟

علاوہ ازیں یہ روایت درایۃً بھی دُرست نہیں کیونکہ وہ حضرت امیر معاویہؓ جنہوں نے حضرت حسنؓ کو صلح کے بعد کوئی ضرر تک نہیں پہنچایا اور جو معاہدہ طے ہوا تھا اس کی بھی کبھی مخالفت نہیں کی، جن کے پاس جب حضرت حسنؓ کا خط آیا جس میں درج تھا کہ زیاد نے کوفہ میں چند لوگوں پر زیادتی کی ہے تو اس کی وجہ سے شام کی سرزمین ان پر تنگ ہو جاتی ہے، اور زیاد کی ایک تہدید آمیز خط کے ذریعے سے خبر لی (ابن عساکر ج:۵ ص:۴۱۸)، وہ کیسے حضرت حسنؓ کی وفات پر اِظہارِ مسرّت کر سکتے ہیں، (حاشا وکلا) تاریخ گواہ ہے کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کا کوئی معرکہ بھی نہیں ہوا تھا، ان کے والدِ محترم کے ساتھ جو معرکہ آرائی ہوئی وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے۔ لیکن حیرت کی انتہا اور للّٰہیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے پاس (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) حضرت علیؓ کی وفات کی خبر آتی ہے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی موتیاں جھڑتی ہیں، بیوی نے تعجب کا اِظہار کیا تو فرمایا کہ: تجھے کیا خبر کہ آج اُمت کا کتنا بڑا فقیہ رُخصت ہو گیا۔ (البدایہ ج:۸ ص:۱۳۰)

اب عقلِ سلیم کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ معرکۂ کشت و خون ہوا تھا چاہئے تو یہ تھا کہ اِظہارِ مسرّت اُن پر کیا جاتا، جب اُن پر اِظہارِ افسوس کیا گیا تو حضرت حسنؓ جنہوں نے انہیں خلافت کے تخت پر متمکن کیا اور صلح کا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا ان کی وفات پر کیسے حضرت امیر معاویہؓ اِظہارِ مسرّت کر سکتے ہیں...؟ لہٰذا یہ روایت سنداً، درایۃً دونوں طرح سے قابلِ قبول نہیں۔

ماضی قریب کے بعض علماء کے حوالہ جات

ملک صاحب نے حسبِ سابق بعض ماضی قریب کے علماء کے حوالے اس

مقالے کے دونوں حصوں میں بھی نقل کیے ہیں، اس بارے میں یہ نشاندہی ضروری ہے کہ ملک صاحب نے اپنی کتاب میں جا بجا بعض مجہول شخصیات کے حوالے نقل کر کے انہیں علمائے دیوبند کی طرف منسوب کیا ہے۔ مثلاً یزید کی ولی عہدی ہی کے سلسلے میں انہوں نے مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے اُردو زبان میں ایک تاریخ "تاریخ اسلام" کے نام سے مرتب کی ہے، ان کی یہ کتاب غیر مستند ہے، جن میں حوالوں کے نام ونشان بھی نہیں ملتے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں کافی ٹھوکریں کھائی ہیں اور علاوہ ازیں یہ ایک مجہول شخصیت ہیں، کوئی پتہ نہیں کہاں سے تعلیم حاصل کی ہے؟ کوئی تعارف نہیں ملتا۔ لہٰذا ان کی یہ بات ہمارے خلاف حجت نہیں بن سکتی کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو محبت کی وجہ سے اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔

اسی طرح ملک صاحب نے مولانا عبدالحیؒ اور مفتی شفیع صاحبؒ کی کچھ عبارتیں بھی نقل کی ہیں، قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مولانا عبدالحی صاحبؒ کی عبارت اوّل تا آخر مطالعہ کرلیں، کہیں بھی آپ کو یہ نہیں ملے گا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنے مفادات کی خاطر جانشین مقرر کیا تھا، اور جو کچھ انہوں نے یزید کے متعلق لکھا ہے اس سلسلے میں ہمارا ان سے کوئی اِختلاف نہیں۔ اسی طرح مفتی شفیع صاحبؒ نے یزید کی ولی عہدی کے واقعے کو حادثۂ عظیمہ قرار دیا ہے، لیکن اس سلسلے میں بحث کے شروع میں عرض ہو چکا ہے کہ ہماری بحث اس پر نہیں ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے جو کچھ کیا وہ رائے کے اِعتبار سے سو فیصد دُرست تھا، اگر اس فعل کو نتائج کے تناظر میں دیکھا جائے تو واقعی یہ حادثۂ عظیمہ تھا، لیکن اس سلسلے میں یہ کہنا دُرست نہیں کہ امیر معاویہؓ نے اپنے مفاد کے لئے تمام اُمت کے مفاد کو قربان کردیا۔ اور مفتی شفیع صاحبؒ نے ایسی کوئی بات تحریر نہیں کی۔ اسی طرح مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب کا جو حوالہ ملک صاحب نے دیا ہے اس میں بھی حضرت امیر معاویہؓ پر کوئی مفاد پرستی کا اِلزام نہیں ملتا، البتہ دو عظیم صحابہ کرام

مغیرہ بن شعبہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی طرف فساد کی نسبت کی گئی ہے، اس قول کی نسبت مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ نے حسن بصریؒ کی طرف کی ہے، اگر حسن بصریؒ نے بھی اس طرح کی کوئی بات کہہ دی ہے پھر بھی اس کو غلطی ہی کہا جائے گا، اور ان کا یہ قول ہمارے لئے وجہ جواز اور قابلِ تقلید نہیں بن سکتا، لیکن یہ اُس صورت میں ہوگا جب یہ قول حسن بصریؒ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو جائے۔



باب نمبر ۱۰

"عدالتِ صحابہؓ"

مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے مقالے کے آخر میں تین اُصولی مباحث پر گفتگو کی تھی: ۱-عدالتِ صحابہؓ، ۲-تاریخی روایات کی حیثیت اور ۳-حضرت معاویہؓ کے عہدِ حکومت کا صحیح مقام یا صحیح حیثیت۔ آخری دو موضوعات کا تو ملک صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا تھا، البتہ مقالے کے دونوں حصوں میں عدالتِ صحابہ پر طویل بحث کی ہے، ہم بھی آئندہ سطور میں اسی موضوع کو زیرِ بحث لائیں گے۔

عدالتِ صحابہؓ کی بحث کو سمیٹنے کے لئے مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایک تنقیح قائم کی تھی کہ صحابہؓ کی عدالت کے عقلاً تین مفہوم ہو سکتے ہیں:

۱-صحابہ کرامؓ معصوم اور غلطیوں سے پاک ہیں۔

۲-صحابہ کرامؓ اپنی عملی زندگی میں (معاذاللہ) فاسق ہو سکتے ہیں لیکن روایت کے معاملے میں وہ بالکل عادل ہیں۔

۳-صحابہ کرامؓ نہ تو معصوم تھے اور نہ فاسق، یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے بعض مرتبہ بتقضائے بشریت "دو ایک یا چند" غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں گی، لیکن تنبہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، اس لئے وہ ان غلطیوں کی بنا پر فاسق نہیں ہوئے، چنانچہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنا لیا ہو، جس کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جا سکے۔

مولانا مودودی صاحب نے عدالتِ صحابہؓ کی جو تشریح کی ہے اس سے یہ بات

صاف نہیں ہوتی کہ وہ ان میں سے کون سے مفہوم کو دُرست سمجھتے ہیں؟ ملک صاحب نے مقالے کے اوّل حصے میں اوّل تا آخر جتنی بھی بحث کی ہے اس میں آخر تک اس سوال کا جواب نہیں ملتا، البتہ مقالے کے دُوسرے حصے میں اس سوال کے جواب سے کنارہ کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ہم پر صرف اپنے قول کی ذمہ داری ہے، نہ کہ دُوسروں کے ان اقوال کی جو ہماری طرف منسوب کردیئے جائیں۔"

دراصل مولانا مودودی صاحب نے عدالتِ صحابہؓ کا جو مفہوم بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث کی حد تک تو عادل ہوسکتے ہیں لیکن زندگی کے تمام معاملات میں ان سے بعض کام عدالت کے منافی صادر ہوسکتے ہیں۔ جہاں تک دیگر حضرات کا تعلق ہے جن کے حوالے ملک صاحب نے نقل کئے ہیں، دراصل ان تمام عبارات میں اس خیالِ باطل کی نفی کی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ عام زندگی میں معصوم نہیں ہوسکتے جس کا اہلِ سنت میں سے کوئی بھی قائل نہیں۔ ان عبارات میں سے کسی عبارت میں قطعاً یہ مقصد نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث کی حد تک تو عادل ہیں اور عام زندگی میں (نعوذ باللہ) وہ فاسق بھی ہوسکتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ عبارات ملک صاحب نے اپنی تائید میں کیوں پیش کی ہیں؟ کیونکہ دُوسری طرف ملک صاحب خود بھی زور و شور سے اس بات کی نفی کرتے آرہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ عام زندگی میں فاسق نہیں ہوسکتے، لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ ملک صاحب نے مقالے کے دُوسرے حصے کے آخر میں ایک ایسا حوالہ نقل کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ:

"صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث کے معاملے میں تو مکمل عادل تھے اگرچہ ان میں سے بعض کسی دُوسرے معاملے میں غیر عادل ہوں۔" (کشاف اصطلاحات الفنون ص:۸۰۹)

اب اگر یہاں غیر عادل سے غیر معصوم مراد ہو پھر تو یہ بات جمہور اہلِ سنت کی

رائے کے مطابق ہو جائے گی، اور اگر غیر عادل سے فاسق ہونا مراد ہے تو پھر ملک صاحب صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ صحابہ کرامؓ عام زندگی میں (نعوذ باللہ) فاسق بھی ہو سکتے ہیں، اور اگر وہ اس بات سے متفق نہیں تو پھر یہ عبارت آخر کس بنا پر نقل کی ہے جس سے وہ مفتی تقی عثمانی صاحب کی بحث کی تمام جڑ کاٹنے پر تلے ہوئے ہیں...؟

عدالتِ صحابہؓ اور اِجماعِ اُمت

ملک صاحب نے اس بات کے ماننے میں نسبتاً تردّد سے کام لیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ:

> "عدالتِ صحابہؓ کا عقیدہ متقدمین کی کتابوں میں نہیں ملتا بلکہ بعد میں محدثین نے اُصولِ حدیث کے تحت "الصحابة کلهم عدول" درج کیا ہے۔"

اس سلسلے میں ملک صاحب نے مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی کتاب فتاویٰ عزیزی اور مولانا عبدالحی صاحب کے مجموعہ فتاویٰ حصہ سوم کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن فتاویٰ عزیزی کے اسی مقام پر صراحت کے ساتھ درج ہے جس مقام کا حوالہ ملک صاحب نے دیا ہے کہ:

> "یہ امر (یعنی عدالتِ صحابہؓ کا عقیدہ) متقدمین علماء کے نزدیک مُسلَّم تھا، اس وجہ سے اس میں کچھ بحث کی نوبت نہ آئی اور اسی وجہ سے سابق کی کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں۔"

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے نزدیک متقدمین کا بھی یہی عقیدہ تھا اور ان کے عقائد میں بالاتفاق یہ بات شامل تھی، بلکہ اس عقیدے پر اُمت کا شروع سے اِجماع چلا آ رہا ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں اس عقیدے پر اہلِ سنت والجماعت کا اِجماع نقل کیا ہے۔ علامہ ابو عبداللہ بن عبدالرحمٰن السخاوی (المتوفی ۹۰۲ھ) نے فتح المغیث میں علامہ ابن عبدالبرؒ کے اسی قول کو ان الفاظ

میں نقل کیا ہے:

"وحکی ابن عبدالبر فی الإستیعاب إجماع
أهل الحق من المسلمین وهم أهل السُّنّة والجماعة۔"

ترجمہ:- "اور ابن عبدالبرؒ نے الاستیعاب میں اس پر اہلِ
حق یعنی اہلِ سنت والجماعت کا اِجماع نقل کیا ہے کہ سب صحابہ عادل
ہیں۔" (فتح المغیث ج:۳ ص:۹۶۹ بحوالہ مشاجراتِ صحابہؓ ص:۸۴)

علامہ ابن عبدالبرؒ کی وفات ۴۶۳ھ میں واقع ہوئی ہے، اب ظاہر ہے کہ علامہ ابن عبدالبرؒ پانچویں صدی ہجری میں متقدمین ہی کا عقیدہ اور اِجماع نقل کررہے ہیں نہ کہ متاخرین کا، اور یاد رہے کہ صاحبِ فتح المغیث نے علامہ الماوردی صاحبِ شرح البرہان کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ وہ عدالتِ صحابہؓ کا عقیدہ بعض صحابہ کرامؓ کے ساتھ خاص کرتے ہیں، بلکہ صاحبِ فتح المغیث نے یہ بات صراحت کے ساتھ نقل کی ہے کہ یہ عقیدہ تمام صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے "سواء من لم یلابس الفتنة أو لَابسھا" خواہ وہ فتنے میں مبتلا ہوئے یا نہیں ہوئے۔ (فتح المغیث ج:۳۸ ص:۲۶۹) اس حوالے سے ملک صاحب کے اس حوالے کی جڑ بھی کٹ جاتی ہے جس میں بعض صحابہؓ کو غیر عادل کہا گیا ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کا یہی اِجماعی موقف علامہ ابن الہمامؒ (المتوفی ۸۶۱ھ) نے المسامرہ (ج:۶ ص:۱۳۲) میں اور علامہ شعرانیؒ نے الیواقیت (ج:۲ ص:۲۲۶) میں اور علامہ السفارینیؒ (المتوفی ۱۱۸۸ھ) نے اپنی کتاب الدرر المضیہ اور اس کی شرح لوائح الانوار البہیہ (ج:۲ ص:۳۶۱، ۳۷۰) میں بھی نقل کیا ہے۔ ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اُمت کے متقدمین اور متاخرین تمام کا عدالتِ صحابہؓ کے عقیدے پر اِجماع چلا آرہا ہے۔

عدالتِ صحابہؓ اور مفتی محمد یوسف صاحب

اس موقع پر ہم اس امر کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب مولانا مودودی صاحب کی کتاب ''خلافت وملوکیت'' منظرِ عام پر آئی تو اس وقت جو اَثر دیگر علماء نے لیا بالکل یہی اثر بلکہ اس سے شدید تر مولانا مودودی صاحب کی اپنی ہی جماعت کی جانی پہچانی شخصیت مفتی محمد یوسف صاحب نے بھی لیا، اس سلسلے میں انہوں نے مولانا مودودی صاحب سے خط وکتابت بھی کی۔ چنانچہ مولانا مودودی صاحب کی عبارت سے جو نتیجہ مفتی صاحب موصوف نے اخذ کیا وہ ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

> ''مجھ آپ کی اس رائے سے بھی اِتفاق نہیں ہے کہ ''الصحابة کلھم عدول'' کا مطلب صرف یہ ہے کہ صحابیوں میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جس نے رسول اللہ کی طرف منسوب کرکے دیدہ دانستہ کوئی غلط روایت اُمت تک پہنچائی ہو۔ کیونکہ اس رائے سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے لئے جو عدالت بالاتفاق تسلیم کی گئی ہے وہ صرف روایتِ حدیث تک آپ کے نزدیک محدود ہے، زندگی کے دُوسرے معاملات میں وہ عدل کی صفت سے متصف نہیں تھے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ دُوسرے معاملاتِ زندگی میں عدل کی صفت سے محروم اور فسق کی صفت سے متصف ہوسکتے ہیں تو روایات کے بارے میں ان پر اِعتماد آخر کس طرح کیا جاسکتا ہے؟''

(ماہنامہ جامعہ اسلامیہ نومبر ۱۹۶۰، بحوالہ علمی محاسبہ ص:۱۴۶)

مزید لکھتے ہیں:

''ان پر روایات کے بارے میں جو اِعتماد کامل حاصل

ہے وہ تو اس عدالت ہی کی بنیاد پر حاصل ہے جو ان کے لئے سارے معاملاتِ زندگی میں مُسلَّم ہے، اور اگر وہ دُوسرے معاملاتِ زندگی میں محظوراتِ دِین کے اِرتکاب سے اِجتناب نہیں کرتے تو ہرگز روایتِ حدیث میں ان پر اعتماد حاصل نہیں ہوسکتا۔“

(ماہنامہ جامعہ اسلامیہ ۱۹۶۵ بحوالہ مذکورہ بالا)

میں ملک صاحب کے ہم نواؤں کی نظر میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے تو مولانا مودودی صاحب کی عبارت سے یہ نتیجہ اِحتمال کے درجے میں اِخذ کیا تھا کہ اگر مولانا مودودی صاحب کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ روایتِ حدیث ہی کی حد تک عادل تھے اور عام زندگی میں (معاذ اللہ) فاسق بھی ہوسکتے ہیں تو یہ بات ناقابلِ اِنکار حد تک خطرناک ہے۔ ملک صاحب نے اس پر بڑی ناگواری کا اِظہار فرمایا تھا، حالانکہ یہ بات تو مفتی تقی عثمانی صاحب نے محض اِحتمال کے درجے میں بیان کی تھی، لیکن اس کے مقابلے میں مفتی محمد یوسف صاحب نے (جو مودودی صاحب کی جماعت کے ساتھ متعلق تھے) سخت پیرائے میں اس اِحتمال کو یقین کا درجہ دے کر مولانا مودودی صاحب پر تنقید کی ہے کہ ”اس رائے سے یہ بات مترشح ہورہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے لئے جو عدالت بالاتفاق تسلیم کی گئی ہے وہ صرف روایتِ حدیث کی حد تک آپ کے نزدیک محدود ہے“ معلوم ہوا کہ مولانا مودودی صاحب کی عبارت اپنوں کی نظر میں بھی محلِ نظر ہے۔

بہرحال! اگر یہ بات تسلیم کرلی بھی جائے کہ مولانا مودودی صاحب کا موقف عدالتِ صحابہؓ کے بارے میں وہی ہے جو تمام اہلِ سنت والجماعت کا اِجماعی موقف ہے تو پھر بھی بقول مفتی تقی عثمانی صاحب ”خلافت وملوکیت“ میں انہوں نے جو مندرجات حضرت امیر معاویہؓ کی طرف منسوب کیے ہیں اگر انہیں دُرست مان لیا جائے تو اس سے مولانا مودودی صاحب کا موقف اہلِ سنت کے اس موقف پر پورا نہیں اُترتا کیونکہ وہ چند